بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

﴿...... كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ......﴾

''ہر جان موت کا مزہ چکھے گی''۔

مختصر کتاب الجنائز

لسماحة الشیخ: محمد ناصر الدین الالبانی

المكتب التعاوني للدّعوة وتوعية الجاليات بالرّبوة
Islamic Propagation Office in Rabvah
P.O.Box:29465 Riyadh 11457 Tel:4454900-4916065
FAX:4970126 E-Mail:rabwah@islamhouse.com
http://www.islamhouse.com

لسماحۃالشیخ :محمد ناصرالدین الالبانیؒ

المترجم:ابوعبدالرحمٰن شبیر احمد نورانی

مصنف: محدث العصر محمد ناصرالدین الالبانیؒ

مترجم: ابوعبدالرحمٰن شبیر احمد نورانی

نظرثانی وتقدیم: استاذ التفسیر والحدیث العلامۃ ابومحمد بدیع الدین الراشدی المکیؒ

من اصدارات

المکتب التعاونی للدّعوۃ وتوعیۃ الجالیات بالربوۃ

Islamic Propagation Office in Rabvah

P.O.Box:29465 Riyadh 11457 Tel:4454900-4916065

FAX:4970126 E-Mail:rabwah@islamhouse.com

http://www.islamhouse.com

...... آئینہ کتاب ......

۶:۔اعزہ واقارب کے لئے ممنوعات..

نوحہ کرنا' منہ پیٹنا' گریبان چاک کرنا' بال منڈوانا' بالوں کو پراگندہ کرنا' بغرض تشہیر اعلان کرنا۔

۷:۔اعلانِ وفات کا جائز طریقہ..

وفات کا اعلان کرنا' دعا کی درخواست کے ساتھ

۸:۔حسنِ خاتمہ کی علامات..

کلمہ توحید کی آخرت وقت ادائیگی' موت کے وقت پیشانی پر پسینہ آنا' جمعہ کی رات یا جمعہ کے دن وفات پانا' میدان جہاد میں شہادت' فی سبیل اللہ مجاہد کی موت' مرضِ طاعون کی وجہ سے موت' واقع ہونا' بچے کی ولادت کے بعد عورت کا حالت نفاس میں مرنا' جل جانے سے موت واقع ہونا' نمونیہ کے سبب موت واقع ہونا' مرضِ سل سے موت واقع ہونا' اپنے مال کا دفاع کرتے ہوئے مرنا' دین اور جان کے دفاع میں موت آنا' فی سبیل اللہ چوکی پہرہ دیتے وقت موت آنا' نیک کام پر ہمیشگی کرتے ہوئے موت آنا' ظالم کے ہاتھوں مارا جانا۔

۹:۔میت کے بارے میں لوگوں کا اظہار خیال کرنا...................................

اہل تقویٰ کی رائے کا عنداللہ مقام ومرتبہ' گرہن کے وقت موت آنا

۱۰:۔میت کا غسل..

غسل اور غسل کے آداب' میاں بیوی کا باہم ایک دوسرے کو غسل دینا' غسل میت کا اجر' غسل دینے والے کا خود غسل کرنا' شہید کا غسل۔

۱۱:۔کفنِ میت..

کفن کا حکم، کفن سے متعلق ہدایات، شہداء کا کفن، کفن کی کیفیت، کفن کی خوشبو دینا، عورت کا کفن۔

۱۲:۔جنازہ اٹھانا اور اس کے ساتھ جانا..

جنازے کے ساتھ جانا، جنازے کے ساتھ جانے کی مختلف صورتیں، جو چیزیں جنازے کے ساتھ لے جانا ممنوع ہیں، جنازے کے ساتھ ذکر کرنا، تیز قدموں سے جنازہ لے کر چلنا، جنازے کے چاروں طرف چلنا، سوار ہو کر جانا، جنازہ بکتر بند گاڑی یا میت بس میں لے جانا، جنازے کے لئے کھڑا ہونا، جنازہ اٹھانے والوں کا وضو کرنا۔

۱۳:۔نمازِ جنازہ..

نمازِ جنازہ کا حکم، بچہ، شہید، حد کی وجہ سے قتل کیا گیا، بدکردار، مقروض اور بلا جنازہ دفن کیا ہوا، ان کی نمازِ جنازہ کا حکم، کفار و منافقین کی نماز جنازہ یا دعا کا حکم، نمازِ جنازہ کی جماعت، زیادہ حاضرین کا فائدہ، صفوں کی تعداد، امامت کا حق دار کون ہے؟ مردوں اور عورتوں کے اجتماعی جنازے، نمازِ جنازہ مسجد میں ہو یا باہر، قبرستان میں نمازِ جنازہ، دورانِ نماز امام کہاں کھڑا ہو؟

۱۴:۔نمازِ جنازہ کا طریقہ...

تکبیروں کی تعداد، ہاتھ اٹھانے اور باندھنے کا مسئلہ، سورت فاتحہ کا مسئلہ پڑھنا، سری یا جہری، درود علی النبی ﷺ، نماز جنازہ کی دعائیں، سلام پھیرنا، مکروہ اوقات اور نمازِ جنازہ۔

۱۵:۔دفن اور متعلقات...

میت کو دفن کرنا، قبرستان میں ہی دفن ہو، شہداء کا دفن، دفن کرنے کی ممنوع شکلیں، قبر کی کیفیت، لحد یا شق؟ ایک سے زیادہ کو ایک قبر میں دفن کرنا، میت کو کون قبر میں اتارے؟ قبر میں داخل کرنے کا

طریقہ‘لٹانے کا طریقہ‘ قبر میں اتارنے کی دعا‘ دفن کے بعد مسنون اعمال‘ حاضرین کو موت یاد دلانا‘حقیقی ضرورت کے تحت میت کو قبر سے نکالنا۔اپنی زندگی میں قبر تیار کروانا۔

۱۶:۔تعزیت...

تعزیت کا شرعی حکم‘ تعزیت کا ثواب‘ تعزیت کا انداز‘ تعزیت کا وقت‘ مخصوجگہ جمع ہونے یا کھانا تیار کرنے کی ممانعت‘ اہل میت کے لئے کھانے کا انتظام‘ یتیم سے شفقت۔

۱۷:۔وہ کام جن سے میت کو فائدہ پہنچتا ہے..............................

دعا کرنا‘ روزے کی قضادینا‘ قرض کی ادائیگی‘ صدقہ کرنا‘ نیک اولاد کے نیک کام‘ صدقہ جاریہ

۱۸:۔قبرستان کی زیارت...

قبرستان کی زیارت‘ عورتوں کے لئے حکم‘ غیر مسلم کی قبر پر جانا‘ قبرستان جانے کے فائدے‘ مردوں کو سلام کہنا‘ قبرستان میں قرآن مجید کی تلاوت‘ قبرستان میں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا‘ دعا کے آداب‘ کافر کی قبر کے پاس سے گزرے تو کیا کرے‘ قبرستان میں جوتا پہننا‘ قبرستان کے اندر خوشبو کرنا یا درختوں کا اہتمام کرنا۔

۱۹:۔قبرستان میں جو کام حرام ہیں...

اللہ کے نام پر ذبح کرنا‘ قبر کو اونچا کرنا‘ لیپ کرنا‘ قبر پر لکھنا‘ قبر پر عمارت تعمیر کرنا‘ قبر پر بیٹھنا‘ قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز ادا کرنا‘ قبر کے پاس نماز ادا کرنا‘ قبروں پر مسجدیں بنانا‘ قبروں کو میلہ بنانا‘ سفر کر کے زیارت کے لئے جانا قبروں پر چراغ جلانا‘ مردے کی ہڈی توڑنا‘ کافروں کی قبروں کا حکم۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض مترجم

الحمدللّٰہ ربّ العالمین ، والصلاۃ والسلام علیٰ خاتم الانبیاء وسید المرسلین وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین ومن تبعھم اجمعین ومن تبعھم احسان الی یوم الدین .

امابعد :۔

یوں تو ساری کائنات ہی اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء میں ہمہ وقت مصروف ہے اور خاص کر انسان کا تو مقصد ہی عبادت ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

﴿وَمَاخَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ ﴾[الذاریات:٥٦]

''میں نے جن اور انسانوں کو اس کے سوا کسی کام کے لئے نہیں پیدا کیا کہ وہ میری بندگی کریں''۔

اور اس حقیقت عبادت کو خود ہی بذریعہ وحی حل کر دیا۔

﴿وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِی اِلَیْہِ اَنَّہُ لاَ اِلٰہَ اِلَّا اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ﴾ [الانبیاء:٢٥]

''ہم نے تم سے پہلے جو رسول بھیجا ہے اس کو یہی وحی کی ہے کہ میرے سوا کوئی خدا نہیں، پس تم لوگ میری ہی بندگی کرو''۔

اور بھی جو وحی نازل کی، اس کی توضیح، تشریح اور تفسیر کے لیے بھی اپنی طرف سے رسول مقرر فرما دیئے۔ تا کہ اس کو سمجھنے اور اپنانے میں کوئی غلط فہمی لاحق نہ ہو۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿وَاَنْزَلناَ اِلیکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مانُزِّلَ اِلَیْھِمْ وَلَعَلَّھُمْ یَتفَکَّرُوْنَ﴾[النحل:٤٤]

''اور یہ ذکر تم پر نازل کیا ہے تا کہ تم لوگوں کے سامنے اس کی توضیح وتشریح کرتے جاؤ جو ان کے لیے اتاری گئی ہے اور تا کہ لوگ خود بھی غور وفکر کریں''۔

اور ایک دوسری جگہ یہی بات بطور قاعدے کلیے کے بیان فرمادی:

﴿وَمَا اَرْسَلْنَا مِن رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ﴾ [ابراهيم:٤]

''اور ہم نے (اپنا پیغام دے کر) جب کوئی رسول بھیجا ہے۔ اس نے اپنی قوم ہی کی زبان میں پیغام دیا ہے۔ تا کہ وہ انہیں اچھی طرح کھول کر بات سمجھائے''۔

اور ان رسولوں کے قول وفعل کو شرعی بنیاد کا درجہ عنایت فرمادیا تا کہ انسانیت سکون کے ساتھ ''رسول اللہ'' کے عمل کو دیکھ دیکھ کر اس کے مطابق زندگی گزار سکے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے بار بار ارشاد فرمایا:

﴿ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ﴾ [المائدة:٩٢/النور:٥٤/التغابن:١٢]

''اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو''۔

بلکہ رسول کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا اور فرمایا:

﴿وَمَنْ يُطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ﴾[النساء:٨٠]

''اور جو رسول ﷺ کی اطاعت کرے گا اس نے اللہ کی اطاعت کی''۔

اور یہ بات کسی ایک رسول کے ساتھ خاص نہیں تھی بلکہ یہ ایک مستقل شرعی قانون ہے۔

فرمایا:

﴿وَاَمَّا اَرْسَلْنَا مِنْ رَسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ﴾ [النساء:٦٤]

''اور جو بھی ہم نے رسول بھیجا تو اس غرض سے کہ اللہ تعالیٰ کی اجازت سے اس کی اطاعت کی جائے''۔

تو اس سے معلوم ہو گیا کہ اصل دین تو صرف اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرنا ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اس طریقے سے ہٹے ہوئے ہر کام کو (خواہ بظاہر کتنا ہی خوبصورت محسوس ہو) سخت ناپسند فرمایا ہے اور قابل

سزا جرم قرار دیا ہے۔

﴿اطیعوا الله واطیعوا الرسول ولا تبطلو اعمالکم ﴾[محمد:۳۳]

''اللہ اوراس کے رسول کی اطاعت کرواوراپنے اعمال ضائع مت کرو''۔

اور پھر یہ احکام زندگی کے کسی خاص حصے کے لیے مخصوص نہیں زندگی کا ایک ایک لمحہ اس کا پابند ہے اور دین اسلام کی طرف سے اس سے متعلق واضح ہدایات موجود ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾[المائدۃ:۳]

''آج میں نے تمہارے دین کو تمہارے لیے مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو تمہارے دین کی حیثیت سے قبول کر لیا ہے''۔

اور اسی بات کو دوسری جگہ بڑے زوردار اور فیصلہ کن انداز میں بیان فرمایا:

﴿وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ﴾

[آل عمران:۸۵]

''اس فرمانبرداری (اسلام) کے علاوہ جو شخص کوئی اور طریقہ اختیار کرنا چاہے اس کا وہ طریقہ ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔اور آخرت میں وہ خسارہ پانے والوں میں سے ہوگا''۔

ان آیات کریمہ کے سادہ ترجمہ سے بھی مندرجہ ذیل حقیقتیں سامنے آجاتی ہیں۔

۱......} مکمل زندگی صرف اسلام ہے۔

۲......} اللہ کو صرف یہی مطلوب ومحبوب ہے اور اس کے علاوہ نا قابل قبول۔

۳......} اس دین سے روگردانی آخرت کا خسارہ ہے۔

۴......} پوری کی پوری زندگی اس کی پابند۔

لہٰذا انسان کا عقیدہ، عمل اور اخلاق اسلامی حدود کا پابند ہونا چاہیے اور اگر زندگی کا ایک ایک لمحہ اسلام کے معیار مطلوب کے مطابق ہے تو زہے نصیب وگرنہ دنیا وآخرت کا خسارہ۔

اور پھر اس اطاعت دین میں تفریق وتقسیم بھی اللہ تعالیٰ کو قطعاً برداشت نہیں ہے۔ اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو اس حرکت پر شدید انداز میں تنبیہ فرمائی۔

﴿اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ فَمَا جَزَاءُ مَنْ يَفْعَلُ ذَالِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰى اَشَدِّ الْعَذَابِ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ﴾ [البقرة:٨٥]

''تو کیا تم کتاب کے ایک حصے پر ایمان لاتے ہو اور دوسرے حصے کا انکار (کفر) کرتے ہو؟ پھر تم میں سے جو لوگ ایسا کریں گے ان کی سزا اس کے سوا کیا ہے کہ دنیا کی زندگی میں ذلیل وخوار ہو کر رہیں گے۔ اور آخرت میں شدید ترین عذاب کی طرف پھیر دیئے جائیں؟ اللہ ان حرکات سے بے خبر نہیں جو تم کر رہے ہو''۔

جب بندہ نے اپنے نانا ابا مرحوم اور نانی اماں مرحومہ (ان دونوں بزرگوں کی شفقت سے ہم ایک ہی ہفتہ میں محروم ہو گئے) کے مرض الموت کے قریب کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کا مطالعہ کرنا چاہا تا کہ ان دونوں کا سفرِ آخرت عین اللہ تعالیٰ کی رضا اور رسول اللہ ﷺ کے اسوۂ طیبہ کے مطابق ہو تو میرے سامنے محدث العصر العلامہ محمد ناصر الدین الالبانیؒ کی کتاب ''احکام الجنائز وبدعہا'' آئی۔ جسے مصنف نے صرف کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ سے ہی ترتیب دیا ہے۔ اور پھر خود مصنف نے ہی اس کتاب کی تلخیص بھی کر دی ہے تا کہ عام پڑھنے والا اس سے استفادہ کر سکے۔ دونوں کتابیں اپنی اپنی جگہ نہایت قیمتی علمی سرمایہ ہیں۔ اسی ''تلخیص احکام الجنائز'' کا ترجمہ بنام ''مختصر احکام الجنائز'' قارئین کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں تا کہ وہ بھی اپنے عزیز واقارب کے سفرِ آخرت کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی مرضی کے مطابق ترتیب دے سکیں ۔اور اپنے بارے میں اسی طرح کرنے کی وصیت کر سکیں۔

زیرِ نظر کتاب کے مؤلف علمی دنیا میں کسی تعارف کا محتاج نہیں ہیں۔ زندگی بھر کی خدمتِ حدیث کا ثمرہ ان کی بیسیوں نادر اور محققانہ کتابیں ان کا حقیقی تعارف ہیں۔ عالم اسلام کے کتنے ہی لوگ ہیں جو ان کو دیکھے بغیر صرف کتابوں کی وجہ سے بے پناہ محبت کرتے ہیں اور آپ کی ذات کو امت اسلامیہ کے لئے سرمایہ افتخار سمجھتے ہیں۔ آپ جامعۃ الاسلامیہ مدینہ منورہ میں عرصہ دراز تک استاد حدیث بھی رہے۔ البتہ صرف کتابوں کے نام ذکر کیے دیتا ہوں تا کہ قارئین کرام جناب استاذ البانی رحمہ اللہ کی علمی کاوشوں کا اندازہ لگا سکیں۔ اوران کتابوں سے حتی المقدور استفادہ کرسکیں۔

آپ کی تصانیف مندرجہ ذیل ہیں:

{۱} .... سلسلة الاحاديث الصحيحه . كئی جلدوں ميں

{۲}............سلسلة الاحاديث الضعيفه والموضوعه. كئی جلدوں ميں

{۳}............قيامِ رمضان

{۴}............صفة صلاة النبی ﷺ

{۵}............تحذير الساجدمن اتخاذ القبور المساجد

{۶}............حجة النبی ﷺ

{۷}............حجية الحديث

{۸}............آداب الزفاف

{۹}............تلخيص صفة صلاة النبی ﷺ

{۱۰}............حجاب المرأة المسلمه

{۱۱}............حجاب المرأة المسلمه ولباسها فی الصلاة

{۱۲}............الاحتجاج بالقدر

{۱۳}............الأجوبة النافعه

{۱۴}............احکام الجنائز وبدعها

{۱۵}............تلخیص احکام الجنائز وبعدعها

{۱۶}............اصلاح المساجد

{۱۷}............التوسل. انواعه واحکامه

{۱۸}............حقو ق النساء فی الاسلام

{۱۹}............حقیقة الصیام

{۲۰}............کلمة الاخلاص وتحقیق معناها

{۲۱}............فضل الصلاة علی النبی ﷺ

{۲۲}............مساجلة علمیة

{۲۳}............المسح علی الجوربین

{۲۴}............مناسک الحج والعمرة

{۲۵}............الآیات البینات

{۲۶}............ارواء الغلیل فی تخریج احادیث منار السبیل .۸جلدوں

{۲۷}............مشکوٰة المصابیح .تحقیق .۳ جلدوں میں

{۲۸}............صحیح الجامع الصغیر . ۶جلدوں میں

{۲۹}............ضعیف الجامع الصغیر .۶ جلدوں میں

{۳۰}............غایة المرام فی تخریج احادیث الحلال والحرام

{۳۱}............تحقیق احادیث شرح عقیدة طحاویة

{۳۲}............مختصر صحیح مسلم

{۳۳}............مختصر صحیح بخاری

{۳۴}............السنة للامام احمد بن عمرو بن ابی عاصم . ۳ جلدو ں میں

{۳۵}............مسند الخلفاء الراشدين

{۳۶}............مختصر العلو للعلى الغفار

{۳۷}............صحيح الكلم الطيب

{۳۸}............مسند الامام احمد

{۳۹}............العقيدة الطحاوية . تحقيق

{۴۰}............تصحيح حديث افطار الصائم

{۴۱}............تخريج احاديث فضائل الشام

{۴۲}............اقتضاء العلم العمل

{۴۳}............رياض الصالحين .تحقيق

{۴۴}............خطبة الحاجة

{۴۵}............رفع الأستادر للابطال ادلة القائلين بفناء النار

{۴۶}............كشف النقاب

{۴۷}............صحيح الترغيب والترهيب

{۴۸}............ضعيف الترغيب والترهيب

یہ تو وہ کتابیں جو چھپ کر بازار میں آ چکی ہیں، اور جو زیرِ طبع یا زیرِ تالیف ہیں ان کی ہمیں اطلاع نہیں۔

زیرِ نظر کتاب ''مختصر احکام الجنائز '' کے ترجمے میں بندۂ ناچیز نے انتہائی کوشش کی ہے کہ ترجمہ سلیس، بامحاورہ اور سادہ زبان میں ہو اور اگر ایسا کرنے سے علمی کوتاہی کہیں سدراہ بنی ہے تو ترجمہ کی بجائے ترجمانی سے کام لیا ہے۔

ہر آیت کریمہ اور حدیثِ مبارکہ کا حوالہ ضرور کیا ہے۔ تا کہ اگر کوئی صاحب اطمینان کرنا چاہیں تو دقّت پیش نہ آئے۔ حدیث مبارکہ کی سند پر حاشیے میں حکم بھی ذکر کیا ہے جو ان چار اصطلاحوں کی شکل میں موجود ہے۔

(۱) صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں موجود احادیث پر حکم ذکر نہیں کیا ہے کیونکہ تمام حدیثیں بہترین درجے کی ہیں۔

(۲) ''سند بالکل صحیح ہے'' اس سند کے بارے میں میں کہا ہے جو اگر چہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں تو موجود نہیں ہے البتہ ان کی عائد کردہ شروط کے مطابق ہے۔

(۳) ''سند صحیح ہے'' جس سند کے بارے میں امام بخاری یا امام مسلم کے علاوہ کسی دوسرے محدث نے صحیح ہونے کا حکم لگایا ہو۔

(۴) ''سند قابل عمل ہے'' اس میں ''حسن'' یا وہ حدیث شامل ہے جو اگر چہ قدرے کمزور تھی لیکن دوسرے قرائن کی وجہ سے محدثین نے قابلِ عمل مانا ہے۔

اہل عمل سے گزارش کروں گا کہ اگر وہ ترجمہ یا حکم حدیث میں کوئی کوتاہی محسوس کریں تو بندہ کو مطلع کر دیں حقیقت واضح ہونے پر ان شاء اللہ فوراً اصلاح کر دی جائے گی اور محسن کا شکر گزار رہوں گا۔

اسی طرح قارئین سے بھی گزارش ہے کہ مؤلف کتاب محدث العصر العلامہ محمد ناصر الدین الالبانی، جناب استاذ التفسیر والحدیث العلامہ ابو محمد بدیع الدین الراشدی المکی، بندۂ ناچیز، میرے والدین اور ان طلباء کے حق میں دعا کریں جنھوں نے اس کتاب کی تکمیل میں زبردست تعاون کیا ہے۔ اور خاص طور پر میرے نانا ابا جناب حاجی جمال دین، نانی اماں اور میرے محسن مشفق جناب چوہدری محمد سلیمان (فیصل آباد) مرحومین ومغفورین کی مغفرت اور رفع درجات کے لیے دعا کریں۔

﴿............اللهم اغفرهم وارحمهم وعافهم واعف عنهم ....﴾

محتاج دعا: **شبیر احمد نورانی جامعہ ابی بکرؓ** ۔کراچی

بروز منگل۔ بتاریخ ۲۴ رجب المرجب ۱۴۰۵ھ

بمطابق۔ ۱۶/اپریل ۱۹۸۵ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقدیم

از

استاذ التفسیر والحدیث العلامہ ابومحمد بدیع الدین الراشدی السندی ثم المکی۔رحمہ اللہ تعالیٰ

الحمد للّٰہ ،نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا ، من یھدہ اللّٰہ فلا مضل لہ، ومن یضلل فلا ھادی لہ ، ونشھد ان لا الہ الااللّٰہ وحدہ لاشریک لہ، ونشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ ،وافضل الصلوٰۃ وازکی التسلیمات علی سید الانبیاء والمرسلین وعلیٰ اھل طاعتہ اجمعین .

امابعد:

انسان دنیامیں میں ہمیشہ رہنے کے لیئےنہیں آیا، بلکہ ایک ایسا وقت آئے گا کہ وہ دولت اوراہل واولا دسب کوچھوڑ کراس دنیا سے دارالبقا کی طرف متوجہ ہوگا، کسی کواپنی حیثیت یابڑائی موت سے بچانہیں سکتی۔

﴿.........**كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ**.........﴾[آلِ عمران ۱۸۵/الانبیاء:۳۵]

''.........ہرجان موت کامزاچکھے گی.........''۔

خواہ بڑاہویاچھوٹااس سے مستثنیٰ نہیں۔

چوآہنگ رفتن کند جان پاک
چہ برتخت مردن چہ برروئے خاک

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے لئے ایسے احکامات نازل فرمائے ہیں، جن سے دنیامیں ان کی جان ومال، خون،

عزت وغیرہ سب امن میں رہیں نیز ایسے آداب بتلائے جن کے مطابق زندگی گزارنے سے آخرت میں فلاح ونجات جیسی نعمتوں سے مالا مال ہو اور جس طرح اس کی دنیا میں عزت افزائی فرمائی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْ آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِيْ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلاً﴾[الاسراء /بنی اسرائیل: ٧٠]

''اور ہم نے اولادِ آدم کو بڑی عزت دی ہے اور ہم ان خشکی اور سمندر میں اٹھائے جاتے ہیں، اور ان کو پاکیزہ نعمتوں سے رزق دیا ہے اور اپنی بہت ساری مخلوق پر ہم نے ان کو فضیلت بخشی ہے''۔

اسی طرح مرنے کے بعد بھی انسان کی عزت واحترام کا پورا لحاظ رکھا گیا ہے جس طرح کہ وہ دنیا میں پاکیزگی اور نظامت پر مامور تھا، اور خود بھی اس کا خیال رکھنا اس کی فطرت تھی، اسی طرح مرنے کے بعد اس کے لئے ایسے انتظامات کرنے کا حکم دیا اور اس کی بے ادبی کو ایسا ہی سنگین جرم بتایا جیسا کہ اس کی زندگی میں ہے، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''كسرُ عظمِ الميّت ككسْره حيا''.

[سنن ابی داؤد، کتاب الجنائز، باب فی الحفاریجد العظم هل ينكب ذالك المكان۔ سنن ابی ماجه کتاب الجنائز، باب فی النهی عن كسر عظام الميت سند صحیح ہے]

''مردہ کی ہڈی توڑنا گناہ اور سزا کے لحاظ سے ایسا ہی ہے جیسے کہ زندگی میں اس کی ہڈی توڑنا''۔

لاکھوں سلام اور کروڑوں درود امت کے قائد اور ہادی ومرشد، امام المرسلین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوں، جس نے دیگر مسائل انسانیت کے ساتھ میت کے بابت بھی احکام صادر فرمائے اور آداب سکھائے جن کا ذکر کتب احادیث میں پایا جاتا ہے اور محدثین کرام رحمہم اللہ اجمعین جن کو اللہ تعالیٰ نے علم حدیث کی خدمت اور اس کی حفاظت سونپی ہے۔ انہوں نے مختلف ابواب اور تراجم کے تحت ان مسائل کو جمع کیا تا کہ ہر ایک بآسانی اس کے متعلق ہر مسئلہ کا حل تلاش کر سکے۔ ان کے ابواب خاص طور پر صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ترمذی، سنن نسائی،

سنن ابی داوٗد، سنن ابن ماجہ، صحیح ابن خزیمہ، صحیح ابن حبان، سنن البیہقی اور مستدرک الحاکم وغیرہم، کے تراجم قابل دید ہیں۔ کس طرح ان لوگوں نے احادیث سے مسائل استنباط کئے ہیں، جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ میدان اجتہاد واستنباط، تفقہ اور قرآن وحدیث سے مسائل استخراج میں وہ بڑے شہسوار تھے اور آئندہ دنیا کے لئے اجتہاد واستنباط کا راستہ ہموار کر گئے۔

بنا کر دند خوش رسمے بخاک وخون غلطیدن

خدا رحمت کند ایں حاملان پاک سنت را

بلکہ کئی ائمہ کرام نے صرف میت، جنازہ اور تجہیز اور تکفین کے مسائل کو بمع دلائل ذکر کیا اور مستقل کتابیں لکھیں، اور احادیث نبویہ علی صاحبہا الوف تحیۃ وسلام اور آثار صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین اور تابعین وتبع تابعین کے اقوال اور فتووں کو جمع کیا، جس سے ہر ایک تقلید کے پھندے سے آزاد ہو کر ہر مسئلے کے بارے میں صحیح مسلک کا انتخاب کرسکتا ہے۔ بموجب آیت:

﴿ فَبَشِّرْهُ عِبَادِهِ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهُ اُوْلٰئِكَ الَّذِيْنَ هَدَاهُمُ اللّٰهُ وَاُوْلٰئِكَ هُمْ اُوْلُوْ الْاَلْبَابِ ﴾[الزمر:۱۷/۱۸]

''آپ میرے ان بندوں کو خوشخبری سنا دو جو اقوال کو سن کر ان سے اچھی بات کی پیروی کرتے ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی ہے اور یہی لوگ عقلمند ہیں''۔

مثلاً سب سے پہلے (ہمارے علم کے مطابق)

ا۔: امام ابونصر عبدالوہاب بن عطاء الخفاف العجلی البصری ثم البغدادی المتوفی ۲۰۴ھ مشہور تبع تابعی ہیں۔ آپ نے ''کتاب الجنائز''، لکھی جس کا ذکر حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری، ج:۳ ص:۱۸۳ (السّلفیہ) میں کیا ہے۔ اور یہ روایت ذکر کی ہے۔

''عن حميد عن انس انه سئل عن المشى فى الجنازة فقال امامها وخلفها وعن يمينها وشمالها انما انتم مشيّعون''.

''حضرت حمیدؒ سے روایت ہے وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ ان سے جنازہ کے ساتھ چلنے کے متعلق پوچھا گیا: آپ ﷺ نے فرمایا: اس کے آگے پیچھے' دائیں بائیں' (ہر طرف چلنا درست ہے) تم اسے وداع کرنے والے ہو''۔

۲۔ امام الیمن ابوبکر عبدالرزاق بن ہمام بن نافع الحمیدی الصنعانی صاحب المصنف المتوفی ۲۱۱ھ۔ آپ کئی ائمہ حدیث مثلاً احمد بن حنبل' اسحاق بن راہویہ' علی بن المدنی' یحییٰ بن معین' ابوخیثمہ زہیر بن حرب' عبداللہ بن محمد المسندی وغیرہم کے استاد ہیں۔ آپؒ سترہ ہزار حدیثوں کے حافظ تھے۔ (التہذیب)

آپ نے ''کتاب الجنائز'' تصنیف کی۔ امام موفق الدین ابن قدامہ المغنی ج:۲' ص:۳۷۸ الشرح الکبیر میں ایک حدیث اس طرح نقل فرماتے ہیں:

''وقد روی زید بن اسلم قال: وقف رسول الله ﷺ علی قبر فقال: اِصنعوا کذا اِصنعوا کذا ثم قال مابی ان یکون یُغنی عنه شیئاً ولکن الله یحبّ اذا عُمِل العمل ان یُحکم''.

''حضرت زید بن اسلمؓ روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ ایک قبر کے پاس کھڑے ہوئے اور فرمایا: اس طرح کرو اس طرح کرو' پھر فرمایا: مجھے یہ خیال نہیں ہے کہ اس سے اسے کوئی فائدہ ہوگا لیکن اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند ہے کہ جب کوئی کام کیا جائے تو پختگی سے کیا جائے''۔

اس کے بعد فرماتے ہیں:

''قال معمر وبلغنی انّه قال ولکنّه اطیب لانفس اهله''. [رواه عبدالرزاق فی کتاب الجنائز]

''حضرت معمرؒ کہتے ہیں: مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا تھا: لیکن یہ اس کے گھر والوں کے لئے زیادہ باعث تسکین ہوگا''۔

۳۔ مشہور زاہد اور فقیہ امام ابوالربیع سلیمان بن داؤد حماد بن سعید المہری المصری ابن اخی رشیدین المتوفی ۲۵۳ھ ان کے متعلق ابوداؤد فرماتے ہیں کہ ایسا بہتر انسان میں نے نہیں دیکھا' یہ ائمہ حدیث نسائی' ابوداؤد' ابو

بکر بن ابی داؤ،زکریا الساجی وغیرہم کے استاد ہیں۔(التہذیب)

آپ نے ''الجنائز الکبیرۃ'' لکھی جس کو حافظ المغرب ابوعمر وابن عبدالبر نے اپنی مایہ ناز تصنیف ''التمہید لمافی الموطا من المعانی والاسانید'' ج:۲'ص:۳۰٦ میں امام مالک کے استاد خبیب بن عبدالرحمٰن کی دوسری حدیث کی شرح میں ذکر کیا ہے اور یہ حدیث نقل کی ہے۔

''اخبرنا ابن وهب قال اخبری عبدالله بن عمر ومالک بن انس واللّیث بن سعد ویونس بن یزید وجریر بن حازم عن نافع ان عبدالله بن عمر کان اذا صلّی علی الجنازة یقول : اللّٰهم بارک فیه وافعر له وصلّ علیه واورده حوض رسولک''.

''حضرت نافعؒ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب نمازِ جنازہ پڑھتے تو فرماتے: اے اللہ اس میں برکت دے۔اور اس پر رحمت نازل کر اس کو بخش دے اور اسے اپنے رسول کے حوض پر پہنچادے''۔

۴۔امام ابوابراہیم اسماعیل بن یحییٰ المصری المزنی صاحب المختصر(فقہ شافعیہ) المتوفی ۲٦۴ھ۔امام شافعیؒ کے خاص شاگرد ہیں اور ان کے مذہب کے ناصر ہیں۔آپ نے کتاب الجنائز لکھی۔جس کو علامہ بدرالدین العینی نے ''عمدۃ القاری'' شرح صحیح بخاری ج:۸'ص:۱۴۱(المنیریہ) میں اس طرح ذکر کیا ہے:

''وفی کتاب الجنائز للمزنی وبلغنا ان ابابکر وغیره من الصحابة کانوا یقرؤون بام القرآن علیها''.

''مزنیؒ کی کتاب الجنائز میں ہے:ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ حضرت ابوبکرؓ اور دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھا کرتے تھے''۔

۵۔صاحب التصانیف مؤدب اولاد الخلفاء ابوبکر عبداللہ بن محمد بن عبید بن سفیان بن ابی الدنیا القرشی الاموی البغدادی المتوفی ۲۸۱ھ۔آپ کی سو سے زیادہ تصانیف ہیں۔آپ نے ''کتاب المحتضرین'' لکھی جس کو حافظ

ابن حجر رحمہ اللہ نے ''التلخیص الجبیر'' ج:۲۔ص:۱۰۳میں اس طرح ذکر کیا ہے۔

''ورواه ابن ابی الدنیا فی کتاب المحتضرین من طریق عروة بن مسعود عن ابیه عن حذیفة :لقّنوا موتاکم لا الٰه الاّ اللّٰه تُهدِم ماقبلها من الخطایا.رویٰ فیه ایضاًعن عمرو عثمان وابن مسعود وانس وغیرهم ''.

اوراسی کی ج:۲،ص:۱۰۴میں اس طرح ذکر کیا ہے۔

''ورواه ابن ابی الدنیا فی کتاب ''المحتضرین'' عن ابراهیم :انّهم کانوا یستحبّون ان یُلَقّنوا العبد محاسن عمله عند موته لکی یحسن ظنّه بربّه''.

''ابن ابی الدنیا نے کتاب المحتضرین میں ابراہیم میں ابراہیم سے روایت کیا ہے کہ:صحابہ کرامؓ اس بات کو پسند کرتے تھے کہ وفات کے وقت بندے کواس کے نیک اعمال یاد دلائیں تا کہ وہ اپنے رب کے متعلق حسن ظن رکھے''۔

''وعن سواربن معتمر قال لی ابی: حدثّنی بالرخص لعلّی القی الله وانا اُحسن الظنّ به''.

''سوار بن معتمر کہتے ہیں: مجھے میرے والد نے فرمایا مجھے ایسی باتیں بتلاؤ جن کوچھوڑنے کی گنجائش ہو تاکہ میں اللہ تعالیٰ سے ملوں تو اس کے متعلق اچھا گمان رکھتا ہوں''۔

اور دوسری تصنیف ''کتاب القبور'' ہے۔جسے امام ابوالقاسم حمزہ السہمی نے تاریخ جرجان ص:۱۷۹میں سعید بن عثمان کے ترجمے میں ذکر کیا ہے۔اوراس کے دوروایتیں بھی ذکر کی ہیں جوسخت ضعیف بلکہ موضوع ہیں اس لئے ان کا متن میں ذکر کرنا ضروری نہیں سمجھتے۔

۶۔مشہور محدّث خراسان قاضی حمص ابو بکر احمد بن علی المروزی المتوفی ۲۹۳۔جن کے متعلق حافظ ذہبی رحمہ اللہ ''تذکرة الحفاظ'' میں لکھتے ہیں کہ بڑے علماء اورثقات محدّثین میں سے ہیں اور بڑی مفید کتابیں تصنیف کیں۔ائمہ حدیث احمد بن حنبل،یحیٰ بن معین وغیرہما کے شاگرد ہیں اور ائمہ نسائی اور ابوعوانہ وغیرہما کے استاد

ہیں۔آپ نے کتاب الجنائز لکھی جس کا ذکر "التلخیص الجبیر " لابن حجر العسقلانی ج:۲،ص:۱۰۴ میں اس طرح ہے۔

"قوله: استحب بعض التابعین قراء ة سورة الرّعد . انتهیٰ. اخرجه ابوبکر المروزی فی کتاب الجنائز له وزاد فانّ ذالک تخفیف عن المیت وفیه عن الشعبی قال کانت الانصار سیتحبّون ان یقرؤوا عند المیت سورة البقرة".

"بعض تابعین نے سورۃ رعد پڑھنا بہتر سمجھا ہے۔ یہ قول ابوبکر مروزیؒ نے اپنی کتاب الجنائز میں ذکر کیا ہے اور وہاں یہ الفاظ بھی ہیں۔ یہ میت پر تخفیف کا باعث ہے۔امام شعبی سے بھی منقول ہے کہ:انصار میت کے پاس سورۃ بقرہ پڑھنا پسند کرتے تھے"۔

۷۔محدث عراق امام ابوحفص بن شاہین عمر بن احمد البغدادی المتوفی ۳۰۸ھ جو کثیر التصانیف ہیں۔اور بقول ان کے صرف حدیثوں کے لکھتے روشنائی پر آپ نے سات سو درہم خرچ کئے اور اپنے آپ کو محمدی المذہب کہتے تھے۔آپ کی تصانیف تین سو تیس ۳۳۰ تک ہیں۔(تذکرۃ الحفاظ)

"کتاب الجنائز" بھی ان تصانیف میں سے ایک ہے جس کو حافظ جمال الدین الزیلعی نے "نصب الرایۃ"، ج:۲،ص:۲۵۲ میں کتاب الجنائز کی پہلی حدیث کی تخریج کے تحت اس طرح ذکر کیا ہے:

"وذکر الامام ابوحفص عمر بن شاهین فی کتاب الجنائزله باب فی توجیه المحتضر ولم یذکر فیه غیر اثر عن ابراهیم النخعی قال "یستقبل بالمیت القبلة" وعن عطاء بن ابی رباح نحوه بزیادة . علی شقّة الایمن".

"ماعلمت احد ترکه من میته".

"امام ابوحفص عمر بن شاہین نے اپنی کتاب "کتاب الجنائز" کے باب "توجیہ المحتضر" میں ی صرف ابراہیم النخعی کا یہ قول نقل کیا ہے۔میت کو قبلہ رولٹایا جائے گا۔اور عطاء بن ابی رباح سے بھی اسی طرح کا قول مروی ہے لیکن اس اضافے کے ساتھ۔اس کی دائیں کروٹ پر"۔

''میری معلومات میں کسی نے بھی اس پر عمل نہیں چھوڑا''۔

پھر ج:۲۔ص:۲۵۴ میں اس کے سے ایک حدیث نقل کرتے ہیں:

''حدثنا عثمان بن جعفر بن احمد السبيقي ثنا .احمد بن عبدالوهاب بن نجدة.ثنا. علي بن عباس. ثنا . حفص بن سلمان. حدثني ـ عاصم وعطاء بن السائب عن زازان عن ابن عمر رضى الله عنه مرفوعا: لقّنوا موتاكم 'لاالٰه الاّاللّٰه فانّه ليس مسلمٌ يقولها عند الموت الاّ انجاه اللّٰه من النّار''.

''مرنے والوں کو''لا الٰہ الاّ اللہ'' کی تلقین کرو۔ جو مسلمان بھی موت کے وقت یہ کہے اللہ تعالیٰ اسے آگ سے محفوظ فرما دیتا ہے''۔

مگر اس سند میں ''حفص بن سلمان القاری'' متروک (متہم بالکذب) ہے۔ کمافی التقریب۔ اور ج:۲۔ ص:۲۵٦۔ میں بھی ایک حدیث ذکر کی ہے۔ وہ بھی سخت ضعیف ہے۔ اور ج ۲،ص ۲۹۷ میں یہ حدیث نقل ہے:

''حدثنا جعفر بن احمد ـ عن جابربن عبداللّٰه قال قال رسول اللّٰه ﷺ :واللّحد لنا والشّقّ لغيرنا ''.

''نبی ﷺ نے فرمایا لحد بنانا ہمارا طریقہ ہے اور گڑھا کھودنا دوسروں کا''۔

۸۔امام حافظ حجۃ ابوالقاسم سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطیر اللخمی الشامی ال طرانی مسند الدنیا المتوفی ۳٦۰ھ جنہوں نے ایک ہزار بلکہ ان سے بھی زیادہ استادوں سے حدیثیں سنیں۔ اور حدیث کی طلب میں تیس سال کی راتیں صرف زمین پر بغیر بستر کے گزاریں۔ (تذکرۃ الحفاظ) آپ نے کتاب ''المختصر'' لکھی جس کا ذکر محدث مبارک پوری نے کتاب ''الجنائز'' ص:۵ میں بحوالہ شرح ابیات التثبیت کیا ہے۔ نیز آپ نے ''کتاب'' ''ذکر الموت'' بھی تصنیف کی جیسا کہ علامہ کتانی نے ''الرسالۃ المستطر فہ'' ص:۴۳ میں ذکر کیا ہے۔

۹۔مشہور واعظ علامہ ابوعمر احمد بن محمد بن عقیف بن عبداللہ بن مریول بن جراح بن حاتم العمری القرطبی

المتوفی ۴۳۰ھ نے میت کے غسل اور اس کی تجہیز و تکفین پر کتاب تصنیف کی' جیسا کہ امام ابن بشکوال نے ''کتاب الصلہ'' ج ۱ ص: ۴۳ میں ذکر کیا ہے۔

۱۰۔امام مقدام ابوعبداللہ محمد بن ادریس الشافعی ۲۰۴ھ۔ابن ندیم نے فہرست ص: ۳۱۰ میں آپ کی تصانیف میں ''کتاب غسل المیت'' اور ''کتاب الجنائز'' ذکر کی ہیں۔

۱۱۔امام ابوسلیمان داؤد بن علی بن داؤد بن علی بن داؤد بن خلف الاصبہانی الظاہری المتوفی ۲۷۰ھ نے بھی ''کتاب الجنائز'' اور کتاب ''غسل المیت'' لکھی۔''فہرست ابن ندیم'' ص: ۳۹۶۔

۱۲۔امام فاضل ابوالازہر ابراہیم بن حماد بن اسحاق بن اسماعیل بن حماد بن زید البغدادی المتوفی ۳۲۴ھ نے بھی ''کتاب الجنائز'' لکھی۔فہرست ابن ندیم۔ص: ۳۱۷

۱۳۔امام ابواسحاق ابراہیم بن اسحاق بن ابراہیم بن بشیر بن عبداللہ الحربی المروزی البغدادالمتوفی ۲۸۵ھ کی تصانیف میں کتاب ''اتباع الاموات'' ملتی ہے۔

۱۴۔امام حافظ ابومحمد الحسن بن عبدالرحمٰن بن خلاد الفارسی الرامہرمزی المتوفی ۳۶۰ھ نے ''کتاب الرثاء والتعازی'' لکھی۔

۱۵۔امام ابوالحسن علی بن عبیدۃ الریحانی البغدادی الکاتب احدالادباء والبلغاء المتوفی ۲۱۹ھ نے کتاب ''صفۃ الموت'' لکھی۔

۱۶۔امام ابوالحسن علی بن محمد بن عبداللہ بن ابی السیف الحافظ المدائنی البصری البغدادی المتوفی ۳۲۵ھ نے کتاب ''التعازی'' لکھی۔

۱۷۔امام ابوبکر محمد بن جعفر بن محمد بن سہل الخرائطی السامری المحدث المتوفی ۳۲۷ھ نے کتاب ''القبور'' لکھی۔

ان پانچوں کا ذکر ہدیۃ العارفین مصنفہ اسماعیل باشابغدادی میں علی الترتیب ج ۱ کے ص: ۴،۶۷،۱۷۰،۶۷۱،۶۶۹ اور ج: ۲ ص: ۳۴ میں ہے۔ان کے بعد متاخرین نے بھی جنائز کے مسائل پر کتابیں لکھی ہیں۔مثلاً:

۱۸۔امام حافظ تقی الدین ابو محمد عبدالغنی بن عبدالواحد بن علی بن مسرور بن رافع بن حسن بن جعفر الجماعلی المقدسی المتوفی ۶۰۰ ھ نے کتاب ''جزء فی القبور'' لکھی، جس کو حافظ ابن رجب نے ''ذیل طبقات الحنابلۃ'' ج۲۔ ص۱۸ میں ان کے ترجمہ میں ذکر کیا ہے۔

۱۹۔علامہ ابن طولون شمس الدین محمد بن علاء الدین علی بن محمد الدمشقی المتوفی ۹۵۳ھ نے کتاب ''غایۃ الاثبات'' لتلقین الاموات''، لکھی۔جس کا ذکر ''ہدیۃ العارفین'' ج۲۔ص۲۴۱ میں ہے۔

۲۰۔امام قاضی سلیمان بن خلف التمیمی الفقیہ المتوفی ۴۹۳ ھ نے کتاب ''مسئلۃ الجنائز'' تصنیف کی۔جس کو امام ابوبکر محمد بن خیر الاموی الاشبیلی نے کتاب ''فہرستہ ماروی عن شیوخہ'' ص:۲۵۶ میں ذکر کیا ہے۔

۲۱۔علامہ الشریف النسابۃ بدرالدین حسن بن محمد بن ایوب العلوی المتوفی ۸۶۶ھ کی کتاب 'شرح الابریز فیما یقدم علی مؤنۃ التجہیز'' کا ذکر جلال الدین السیوطی نے ''نظم العقیان فی اعیان الاعیان'' ص:۱۰۵ میں کیا ہے۔

۲۲۔علامہ نور الدین علی بن سلطان محمد القاری الہروی المکی المتوفی ۱۰۱۴ھ نے کتاب ''صلات الجوائز فی صلوٰۃ الجنائز'' لکھی ہے۔[ہدیۃ العارفین ج:۱ص:۷۵۲]

۲۳۔علامہ ابو الاخلاص حسن بن عمار بن علی الوفائی المصری الشرنبلالی الحنفی مصنف ''نور الایضاح'' المتوفی ۱۰۶۹ھ کتاب ''النظر المستطاب لبیان حکم القراءۃ فی صلوٰۃ الجنائز بام الکتاب'' لکھی ہے۔اور مصنف نے ثابت کیا ہے کہ جنازہ کی نماز میں سورۃ فاتحہ پڑھنی چاہئے۔''ہدیۃ العارفین'' ج:۱۔ص:۲۹۴ اور علامہ عبدالحئ لکھنوی نے بھی ''امام الکلام'' ص:۳۱ میں اس رسالہ کا ذکر کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ:

''وحقّق فیہ انّ القراءۃ اولی من ترک القراءۃ ولا دلیل علی الکراھۃ''.

''جنازہ میں قراءۃ کرنا نہ کرنے سے بہتر ہے اور اس کو مکروہ کرنے کے لئے کوئی دلیل نہیں''۔

۲۴۔المجاہد فی سبیل اللہ الامام الشہید السید اسماعیل بن عبدالغنی بن الشاہ ولی اللہ الدہلوی المتوفی ۱۲۴۶ھ نے

کتاب ''ایضاح الحق الصریح فی احکام المیت والضریح ''تصنیف فرمائی۔جس کا ذکر ''تراجم علمائے حدیث ہند'' مصنف علامہ ابو یحییٰ اما خان نوشہروی ص:۱۰۸ میں ہے۔

۲۵۔علامہ سید شریف ابواحمد حسن بن علی الحسینی البخاری القنوجی الملقب بنواب اولاد حسن المتوفی ۱۲۵۳ھ والد نواب والا جاہ صدیق حسن خاں نے فارسی زبان میں ''ہدایۃ المؤمنین درردتعزیہ'' اور رسالہ ''درمنع فروختن چراغاں برقبور'' تصنیف فرمائی۔(تراجم علمائے حدیث ہند ص:۲۳۲)

۲۶۔امام بقیۃ السلف وذخیرۃ الخلف القاضی محمد بن علی بن محمد بن عبداللہ الشوکانی الصنعانی المتوفی ۱۲۵۰ھ نے کتاب '' شرح الصدور فی تحریم رفع القبور ''تصنیف فرمائی۔جو ہمارے پاس بھی موجود ہے۔

۲۷۔علامہ عبدالغنی بن اسماعیل النابلسی المتوفی ۱۱۴۳ھ نے ''نزہۃ الواجد فی الصلوٰۃ علی الجنازۃ فی المساجد ''تصنیف کی۔[ہدیۃ العارفین ج:۱ص:۵۹۴]

۲۸۔علامہ شیخ خلیل بن الملاحسین الاسعدوی الاموی السکروی المتوفی ۱۲۵۹ھ نے مختصر ''شرح الصدور فی شرح الموت واحوال القبور'' لکھی۔[ہدیۃ العارفین:ج:۱ص:۳۵۷]

۲۹۔مجاہد اسلام سیف اللہ القاطع علی اہل البدع مولانا محمد بن ابراہیم جونا گڑھی المتوفی ۱۲۵۹ھ نے اردو میں ''کتاب الجنائز'' لکھی جو عام فہم ہونے کے ساتھ اکثر مسائل پر جامع ہے۔

۳۰۔محدث ہند فخر المتأخرین العلامہ ابوالعلی عبدالرحمٰن المبارکپوری صاحب ''تحفۃ الاحوذی'' المتوفی ۱۳۵۳ھ نے اردو میں ''کتاب الجنائز'' لکھی جو عام فہم ہونے کے ساتھ اکثر مسائل پر جامع ہے۔

۳۱۔المحدث الکبیر الشہید محمد حیات ابراہیم السندی المتوفی ۱۱۶۳ھ نے کتاب ''ابطال الضرائح'' تصنیف فرمائی ہے جس کا ذکر علامہ شریف عبدالحی الحسنی نے نزہۃ الخواطر ج:۶۔ص:۳۰۲ میں کیا ہے۔الغرض ہر دور میں علماء نے اس باب میں کافی خدمت کی ہے۔

﴿............فجزاھم اللہ عن الاسلام خیراً............﴾

حال ہی میں ہمارے دوست اور ہمعصر محدث شام صاحب نظر واسع مصنف کتب کثیرہ فضیلۃ الشیخ علامہ محمد

ناصرالدین الالبانیؒ نے ''احکام الجنائز وبدعہا'' کے نام سے ایک اور مبسوط کتاب تصنیف فرمائی جو اپنی مثال آپ ہے۔ اگر چہ کئی مسائل میں ہمیں ان سے اختلاف ہے ۔﴿لِكُلٍّ وِجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا﴾ لیکن مجموعی طور پر بڑی افادیت کی حامل ہے۔ لائق مصنف نے ہر ایک مسئلہ کیلئے دلائل جمع کیے ہیں۔ اور ہر مسئلہ کیلئے اپنی تحقیق کے جوہر دکھائے ہیں۔ اہل علم محققین کے لئے اس میں بہترین اور قیمتی مواد جمع ہے۔ الغرض یہ کتاب اس باب میں میں بہت جامع ہے۔ جس میں شیخ صاحب موصوف نے اوّلہ مع تحقیق جمع کیے ہیں۔ اور پھر کم علم والوں کے لئے شیخ صاحب نے اس کو مختصر بھی کیا ہے۔ یعنی صرف مسائل اور مسنون روایات کو جمع کیا ہے۔ اور اسانید اور علمی بحث کو حذف کر دیا ہے۔

ہمارے دوست علامہ الشیخ شبیر احمد نورانی نے اس مختصر کا اردو زبان میں ترجمہ کیا ہے جس کو میں نے اول سے آخر تک دیکھا ہے۔ ترجمہ آسان با محاورہ اور روانی کے ساتھ ہے۔ لائق مترجم نے حاشیہ میں احادیث اور روایات کی مختصر تخریج بھی کر دی ہے۔ اور جا بجا بعض تشریحی نوٹ دے کر افادیت کو دوبالا کر دیا ہے۔

﴿............فجزاه الله عن الاسلام واهله خيراً ....﴾

امید ہے کہ دین متین کے شائقین اس کا مطالعہ کر کے سنت کے مطابق احکامِ میت کو سرانجام دیں گے۔ اور بدعات وخرافات سے احتراز واحتراس میں رہیں گے۔ مطالعہ کرنے والوں سے امید ہے کہ مصنف' مترجم اور اس فقیر کو اپنی نیک دعاؤں میں یاد فرماتے رہیں گے۔

﴿............اللّٰهم وفقنا لما تحب وترضىٰ............﴾

ابو محمد بديع الدين شاه
الراشدي ـ المكي

بروز پیر۔۲۳ر رجب المرجب
بمطابق ۱۵راپریل ۱۹۸۵ء
نیوسعید آباد' حیدرآباد۔سندھ

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

فرائض مریض

{۱}......مریض کے لئے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر راضی رہے' تقدیر پر صبر کرے' اور اپنے پروردگار کے بارے میں حسن ظن رکھے۔ یہ بات اس کے حق میں بہت ہی مفید ہے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

''عجبا لاَمر المؤمن ' انّ امره كله خير ' وليس ذالک لأحد الاّ للمؤمن ' ان اصابته سرّاء فكان خيراً له ' وان اصابته ضرّاء صبر فكانل خيراً له ''.

[مسلم'کتاب الزهد'باب المومن امره کله خير]

''مومن کا معاملہ بھی خوب ہے اس کا ہر حال بہتر ہی ہوتا ہے' اور یہ بات مومن کے کسی کو نصیب نہیں۔ اگر چہ خوشی نصیب ہو تو شکر گزار ہوتا ہے اور یہ اس کے لئے بہتر ہے' اور اگر تکلیف پہنچے تو صبر کرتا ہے اور یہ بھی اس کے لئے بہتر ہے''۔

مزید ارشاد گرامی ﷺ ہے:

'' لايموتن احدكم الاّ وهو يحسن الظنّ باللّٰه تعالىٰ ''.

[صحيح مسلم'کتاب صفة الجنة'باب الامربحسن الظن باللّٰه تعالىٰ عند الموت]

''تم میں سے جو اس دنیا سے رخصت ہو رہا ہو' اسے اپنے رب کے بارے میں حسنِ ظن رکھنا چاہئے''۔

{۲}......اس کے لئے مناسب ہے کہ خوف وامید کی درمیانی کیفیت میں رہے' اپنے گناہوں پر اللہ تعالیٰ کی سزا سے ڈرتا ہوا اور اپنے رب کی رحمت کا امیدوار ہو۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ:

''انّ النبی ﷺ دخل على شابّ وهوبالموت فقال كيف تجدک؟ قال واللّٰه

یارسول اللّٰہ انّی ارجوا اللّٰہ ، وانیّ اخاف ذُنوبی ، فقال رسول اللّٰہ ﷺ : لایجتمعان فی قلب عبد فی مثل ھذا الموطَنِ ، الاّ اعطاہ اللّٰہ مایرجوا ، وامنہ ممّا یخاف''. [سنن الترمذی، کتاب الجنائز، باب ١١۔ سند قابل عمل ہے]

''رسول اللہ ﷺ ایک نوجوان کے پاس تشریف لائے جبکہ وہ موت وحیات کی کش مکش میں تھا۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا' کیسے ہو؟ اس نے عرض کی:
بخدا! اے اللہ کے رسول ﷺ میں اللہ تعالیٰ سے رحمت کی امید بھی رکھتا ہوں اور اپنے گناہوں سے بھی ڈرتا ہوں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:
ایسے موقع پر کسی بندے کے دل میں جب یہ دو چیزیں پیدا ہوجائیں تو اللہ تعالیٰ اسے اس کی امید کے مطابق دیتا ہے' اور جس بات کا اسے غم ہو' اس سے محفوظ کردیتا ہے''۔

{۳}......اسے موت کی تمنا ہرگز نہیں کرنی چاہئے خواہ مرض کتنا ہی سخت ہو۔

جیسا کہ مندرجہ ذیل حدیث میں ہے:

''فان کان لابدّ فاعلاً فلیقل: اللّٰھم احینی ماکانت الحیاۃ خیراً لی وتوفّنی اذا کانت الوفاۃ خیراً لی''.

[صحیح بخاری، کتاب المرضیٰ، باب تمنی الموت، صحیح مسلم، کتاب الذکروالدعاء، باب کراھیۃ تمنی الموت]

''اگر ضروری کہنا چاہے تو یوں کہے: اے پروردگار! جب تک زندگی بہتر ہے مجھے زندہ رکھ اور جب موت بہتر ہو تو موت دے دے''۔

{۴}......اگر اس کے ذمہ لوگوں کے حقوق ہوں تو بقدر امکان ادا کردے ورنہ وصیت کر جائے' اس لئے کہ نبی ﷺ نے اس بات کا حکم دیا ہے۔ [اس معنی کی حدیث بخاری ومسلم نے کتاب الوصایا کے ابتداء میں درج کی ہے]

{۵}...... یہ وصیت اسے جلدی کرنی چاہئے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

''ما احق اِمرئً مسلم یبیت لیلتین ، ولہ شیءٌ یرید ان یّوصی فیہ الاّ ووصیّتہ

مکتوبة عندرأسه ''.

''قال ابن عمرؓ مامرّت لیلة مند سمعت رسول اللّٰہ ﷺ قال ذالک الاّ وعندی وصیّتی ''. [بخاری ومسلم، کتاب الوصایا، ابتداء میں]

''کسی مسلمان کو یہ زیب نہیں کہ وہ دوراتیں بھی اس حال میں گزاردے جبکہ وہ کسی چیز کی وصیت بھی کرنا چاہتا ہو، مگر اس کی وصیت تحریری شکل میں اس کے پاس موجود نہ ہو''۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ:

''جب سے میں نے یہ فرمانِ رسول ﷺ سنا ہے مجھ پر ایک رات بھی ایسی نہیں گزری جب وصیت وصیت میرے پاس نہ ہو''۔

{۶}...... یہ بھی ضروری ہے کہ غیر وارث رشتہ داروں کیلئے وصیت کرے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ:

﴿كُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَكَ خَيْرَا ۨ الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ بِالْمَعْرُوْفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ﴾ [البقرة:۱۸۰]

''تم پر فرض کیا گیا ہے کہ جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت قریب آئے اور وہ اپنے پیچھے مال چھوڑ رہا ہو، تو والدین اور رشتہ داروں کے لئے معروف طریقے سے وصیت کرے یہ حق ہے متقی لوگوں پر''۔

{۷}...... اسے اپنے مال میں سے ایک تہائی وصیت کا حق ہے اس سے زیادہ جائز نہیں۔ البتہ اس سے کم افضل ہے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

''کنت مع رسول اللّٰہ ﷺ فی حجة الوداع فمرضت مرضا اشفیت منه علی الموت، فعادنی رسول الله ﷺ فقلت: یارسول اللّٰہ انّ لی مالاً کثیراً ولیس یرثنی الاّ ابنه لی، افاُوصی بثلُثَی مالی؟ قال: لا، قال قلتُ بشطر مالی؟ قال: لا،

قال:قلت فثلث مالی ؟ قال: الثّلثُ والثلث کثیر ' اِنّک یاسعد! ان تدع ورثتک اغنیاء خیر لک من ان تدعهم عالة یتکفّفون الناس (وقال بیده)انک یاسعد لن تنفق نفقة تبتغی بها وجه اللّٰه تعالیٰ الاّ اُجرُتَ علیها' حتّی اللُّقمة تجعلها فی امرأتک (قال فکان بعد الثلث جائزاً)

[صحیح بخاری' کتاب الوصایا/صحیح مسلم' کتاب الوصایا]

وقول ابن عباس رضی اللّٰه عنه :

"رددت انّ الناس غضُّو من الثّلث الی الرّبع فی الوصیّة لانّ النبی ﷺ قال: الثّلث کثیرة". [صحیح بخاری'کتاب الوصایا/صحیحی مسلم 'کتاب الوصایا]

"حجۃ الوداع کے موقع پر میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھا' اچانک میں سخت بیمار ہوگیا' بس موت کے کنارے پہنچ چکا تھا' رسول اللہ ﷺ نے میری عیادت فرمائی' میں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ میرا مال بہت ہے اور صرف ایک بیٹی وارث ہے کیا میں دوتہائی مال کی وصیت کردوں؟ آپ ﷺ نے فرمایانہیں' میں نے عرض کی آدھے مال کی' آپ ﷺ نے فرمایا'نہیں میں نے درخواست کی تہائی مال کی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں تہائی اور تہائی بھی بہت ہے"۔

"اے سعدتم اپنے ورثاءکوخوشحال رہنے دو'یہ تمہارے لئے بہتر ہے اس کے بجائے کہ انہیں تنگ دست چھوڑواوروہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے رہیں۔اے سعد! اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطرتم جوبھی خرچ کروگے'تمہیں اس کااجر ملے گا' یہاں تک کہ جولقمہ تم اپنی اہلیہ کے منہ میں دو"۔

حضرت سعد کہتے ہیں: چنانچہ ایک تہائی جائز قرار پایا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ:

"مجھے پسند یہ ہے کہ لوگ تہائی کے بجائے چوتھائی کی وصیت کیا کریں۔کیونکہ آپ ﷺ نے تہائی کوزیادہ قراردیاہے"۔

{۸}......اس وصیت پر دو عادل مسلمانوں کی گواہی ہو' اگر دو مسلمان نہ ملیں تو دو غیر مسلم ہی سہی اس شرط پر کہ ان کی گواہی شک کے موقع پر قابل اعتماد ہو' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی تفصیل بیان فرمائی ہے۔

ارشاد ربانی ہے:

﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِيْنَ الْوَصِيَّةِ اثْنٰنِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ اَوْ اٰخَرَانِ مِنْ غَيْرِكُمْ اِنْ اَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَاَصَابَتْكُمْ مُصِيْبَةُ الْمَوْتِ تَحْبِسُوْنَهُمَا مِنْ بَعْدِ الصَّلٰوةِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ اِنِ ارْتَبْتُمْ لَا نَشْتَرِيْ بِهٖ ثَمَنًا وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى وَلَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ اللّٰهِ اِنَّا اِذًا لَّمِنَ الْاٰثِمِيْنَ O فَاِنْ عُثِرَ عَلٰى اَنَّهُمَا اسْتَحَقَّا اِثْمًا فَاٰخَرَانِ يَقُوْمٰنِ مَقَامَهُمَا مِنَ الَّذِيْنَ اسْتَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْاَوْلَيٰنِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ لَشَهَادَتُنَا اَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا وَمَا اعْتَدَيْنَا اِنَّا اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ O ذٰلِكَ اَدْنٰى اَنْ يَّاْتُوْا بِالشَّهَادَةِ عَلٰى وَجْهِهَا اَوْ يَخَافُوْا اَنْ تُرَدَّ اَيْمَانٌ بَعْدَ اَيْمَانِهِمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاسْمَعُوْا وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِيْنَ O﴾ [المائدة:١٠٦-١٠٧-١٠٨]

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو' جب تم میں سے کسی موت کا وقت آ جائے اور وہ وصیت کر رہا ہو تو اس کے لئے شہادت کا نصاب یہ ہے تمہاری جماعت میں سے دو صاحب عدل آدمی گواہ بنائے جائیں' یا اگر تم سفر کی حالت میں ہو اور وہاں موت کی مصیبت پیش آ جائے تو غیر لوگوں ہی میں سے دو گواہ لے لئے جائیں پھر اگر کوئی شک پڑ جائے تو نماز کے بعد دونوں گواہوں کو (مسجد میں) روک لیا جائے۔ اور وہ خدا کی قسم کھا کر کہیں کہ ہم کسی ذاتی فائدے کے عوض شہادت بیچنے والے نہیں ہیں۔ اور خواہ کوئی ہمارا رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو (ہم اس کی رعایت کرنے والے نہیں) اور نہ خدا واسطے کی گواہی کو ہم چھپانے والے ہیں۔ اگر ہم نے ایسا کیا تو گناہ گاروں میں شمار ہوں گے۔ لیکن اگر پتہ چل جائے کہ ان دونوں نے اپنے آپ کو ن گناہ میں مبتلا کیا ہے تو پھر ان کی جگہ دو اور شخص جو

ان کی نسبت زیادہ شہادت دینے کے لئے اہل تر ہوں ان لوگوں میں سے کھڑے ہوں جن کی حق تلفی ہوئی ہے۔اور وہ خدا کی قسم کھا کر کہیں کہ ہماری شہادت ان کی شہادت سے زیادہ حق پر ہے اور ہم نے اپنی گواہی میں کوئی زیادتی نہیں کی ہے۔اگر ہم ایسا کریں تو ظالموں میں سے ہوں گے۔ اس طریقہ سے زیادہ توقع کی جاسکتی ہے کہ لوگوں ٹھیک ٹھیک شہادت دیں گے یا کم ازکم اس بات ہی کا خوف کریں گے کہ ان کی قسموں کے بعد دوسری قسموں سے کہیں ان کی تردید نہ ہوجائے۔اللہ سے ڈرواور سنو!اللہ نافرمانی کرنے والوں کو اپنی رہنمائی سے محروم کردیتا ہے''۔

{۹}......والدین اور قریبی رشتہ دار(جو میراث کے شرعاً حقدار ہیں) کے لئے وصیت کرنا جائز نہیں اس لئے کہ آیتِ میراث سے ان کا حکم مستثنیٰ ہوچکا ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات حجۃ الوداع کے موقع پر بڑی وضاحت سے بیان فرمادی تھی۔ارشادِ گرامی یوں ہے:

'' انّ اللّٰہ قد اعطیٰ کلَّ ذی حقٍّ حقّہ ' فلا وصیّۃ لوارثٍ ''.

[سنن ابی داؤد'باب ماجاء فی الوصیۃ للوارث ــ سنن الترمذی باب ماجاء لاوصیۃ لوارث'سند قابل اعتماد ہے]

''اللہ تعالیٰ نے ہر صاحبِ حق کو اس کا حق دے دیا ہے لہٰذا کسی وارث کے لئے وصیت جائز نہیں''۔

{۱۰}......اوصیت کرنے میں کسی پر زیادتی حرام ہے۔اس طرح کہ کسی وارث کو اس کے صحیح حق سے محروم کردے اور کسی کو اس کے استحقاق سے زیادہ دے دے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ لِلرِّجَالِ نَصِیْبٌ مِمَّا تَرَکَ الْوَالِدَانِ وَالْاَقْرَبُوْنَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِیْبٌ مِّمَّا تَرَکَ الْوَالِدَانِ وَالْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْکَثُرَ نَصِیْبًا مَّفْرُوْضًا﴾ [النساء:۷]

''مردوں کے لئے اس مال میں حصہ ہے جو ماں باپ اور قریبی رشتہ داروں نے چھوڑا ہو'اور عورتوں کے لئے بھی اس مال میں حصہ ہے جو ماں باپ اور قریبی رشتہ داروں نے چھوڑا ہو' خواہ تھوڑا ہو یا زیادہ اور یہ حصہ (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) مقرر ہے''۔

مزید ارشاد گرامی ہے:

﴿مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوصىٰ بِهَااَوْدَيْنٍ غَيْرَ مُضَارٍّ وَصِيَّةً مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ﴾

[النساء:١٢]

''جبکہ وصیّت جو کی گئی ہو پوری کر دی جائے اور قرض جو میت نے چھوڑا ہوادا کر دیا جائے' بشرطیکہ وہ ضرر رساں نہ ہو۔ یہ حکم ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ دانا و بینا اور نرم خو ہے''۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

''ولاضرر ولاضرار من ضارّ ضارّه اللّٰه ومن شاقّ شاقّه اللّٰه''.

[مستدرك حاكم 'ج:٢ص:٥٨/٥٧ سند صحیح ہے]

''نہ نقصان دینا اور نہ برداشت کرنا' جس نے کسی کا نقصان کیا' اللہ تعالیٰ اس کا نقصان کرے گا' جس نے کسی کو پریشان کیا اللہ تعالیٰ اس کو پریشان کرے گا''۔

{١١}......ظالمانہ وصیت باطل اور ناقبل قبول ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''ومن احدث في امرنا هذا ماليس منه فهو رد''.

[صحيح بخارى 'كتاب لصلح 'باب اذا اصطلحوا على صلح جورٍ فالصلح مردود

صحيح مسلم 'كتاب الاقضية'باب نقص الاحكام الباطلة]

''جس نے ہمارے اس دینی معاملے میں نئی چیز پیدا کی جو درحقیقت اس میں سے نہ ہوتو وہ نا قابل قبول ہے''۔

{١٢}......اس زمانے میں عام لوگ بدعتوں کا شکار ہیں اور خاص طور پر جنازے کے بارے میں' ایک مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ یہ وصیت بھی کر دے کہ اس کی تجہیز و تکفین سنت کے مطابق ہو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے:

﴿يا ايهاالذين امنوا قو انفسكم واهليكم نارا وقودها الناس والحجارة عليها ملٰئكة غلاظٌ شداد لايعصون اللّٰه ماامرهم ويفعلون ما يؤمرونO ﴾[التحريم:٦]

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو اس آگ سے جس کا ایندھن انسان اور اور پتھر ہوں گے، جس پر نہایت تندخو اور سخت گیر فرشتے مقرر ہوں گے جو کبھی اللہ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور جو حکم بھی انہیں دیا جاتا ہے اسے بجالاتے ہیں''۔

اسی لئے رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اس دنیا سے اس بات کی وصیت کر کے رخصت ہوئے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے متعلق کئی روایات موجود ہیں جن کا ہم نے اصل کتاب میں تذکرہ کر دیا ہے۔ ملاحظہ ہو ص: ۸۔۹ طبع عربی باہتمام ''المکتب الاسلامی دمشق''۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

''جب میں مروں تو کسی کو اطلاع نہ کرنا ممکن ہے ''نعی'' میں شمار ہو۔ جبکہ رسول اللہ ﷺ نے نعی سے منع فرمایا ہے اور یہ بات میں نے خود سنی ہے''۔[سنن الترمذی، کتاب الجنائز، باب کراھیة النعی]

[نعی کا مفہوم ہے بغرض شہرت کسی کا اعلان وفات مزید تفصیل مسئلہ نمبر ۲۲]

اسی بنا پر امام نووی رحمہ اللہ نے ''الاذکار'' میں لکھا ہے کہ:

''مرنے والے کے حق میں یہ بہت ہی اچھا ہے کہ وہ اپنے اہل وعیال کو جنازے سے متعلق ہونے والی بدعتوں سے منع کر کے جائے اور یہ بات ذرا زور دے کر کہے''۔[الاذکار، ص: ۱۲۱۔ طبع دارالملاح]

قریب الوفات کو تلقین کرنا

جب کوئی مرنے لگے تو جو بھی پاس ہو اسے مندرجہ ذیل باتوں کا خیال رکھنا چاہیئے:

ا:۔ کلمہ توحید کی تلقین کرے، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

''**لقّنوا موتاکم لاَ اِلٰــہ الاَّ اللّٰہ**''. [صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب تلقین الموتی، لااله الاّاللّٰہ]

''اپنے مرنے والوں کو ''لا الٰہ الاّ اللہ'' کی تلقین کرو کیا کرو''۔

''**مـن کـان آخر کلامه لا الـه الاّ اللّٰه عند الموت دخل الجنة یوماً من الدّهر، واِن اصابه قبل ذٰلک ما اصابه**''. [صحیح ابن حبان بحواله موارد الظمان حدیث:۷۱۹، سند قابل اعتماد ہے]

''جس نے مرتے وقت **لا اِلـه الاّ اللّٰه** کہا وہ بالآخر جنت میں جائے گا، خواہ اس سے پہلے کتنی ہی سزا ملے''۔

ب :۔ اس کے حق میں دعا کرے۔

ج :۔ اور اس کے پاس صرف اچھی بات کرے رسول اللہ کا ارشاد ہے:ء

''**اذا حـضـرتـم الـمـریـض او الـمیـت، فقولوا خیراً، فانّ الملائکة یومنون علیٰ ماتقولون**''. [صحیح مسلم کتاب الجنائز، باب مایقال عند المریض والمیت]

''جب تم کسی مریض یا مرنے والے کے پاس ہو تو صرف اچھی بات کہو کیونکہ فرشتے بھی تمہارے بات پر آمین کہتے ہیں''۔

{۱۴}......تلقین سے مراد کلمہ توحید پڑھ کر اسے صرف سنانا ہی نہیں بلکہ اس سے کہا جائے کہ وہ بھی پڑھے (اگر چہ کچھ اہل علم کی رائے اس کے خلاف ہے) ہماری رائے کی دلیل حضرت انس رضی اللہ عنہ کی مندرجہ ذیل حدیث شریف ہے:

''**انّ رسـول الـلّٰـه** ﷺ **عـاد رجلاً مـن الانصار فقال : یاخالُ ! قل لاَ اِلـٰه الاَّ اللّٰه**

فقال اَخالٌ ام عَمٌّ؟ فقال: بل خالٌ فقال: فخيرٌ لی ان اقول لا َاِلـٰه الاَّ اللّٰه ؟ فقال النبی ﷺ :نعـم ''. [مسند احمد، ج:۳،ص:۱۵۲،امام الالبانی علی شروط مسلم صحیح کہا ہے]

''رسول اللہ ﷺ ایک انصاری کی عیادت کوتشریف لائے تو فرمایا: ماموں جان! لا الہٰ الاّ اللہ کہئے !اس نے دریافت کیا ماموں یا چچا؟ آپ ﷺ نے فرمایا بلکہ ماموں، اس نے دریافت کیا؟ کیا لا الہٰ الاّ اللہ کہنا میرے حق میں بہتر ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں''۔

{۱۵}......اس کے پاس سورت یٰسین تلاوت کرنے اور اس کا رخ قبلہ رُو کرنے کے بارے میں کوئی صحیح حدیث نہیں ہے۔[سنن ابی داؤد اور دیگر کتابوں میں اگر چہ ایک حدیث موجود ہے لیکن وہ کسی طریقے سے صحیح نہیں ہے بلکہ حسن بھی نہیں بن سکتی لہٰذا اس پر عمل کرنا مناسب نہیں۔حدیث کے متعلق مکمل بحث ملاحظہ ہو ارواء الغليل للامام البانی ج:۳،ص:۱۵۰ حديث :۶۸۸]

بلکہ مشہور تابعی حضرت سعید بن المسیب نے (قبلہ رو کرنے کو) ناپسند فرماتے ہوئے کہا:

''کیا مرنے والا مسلمان نہیں ہے''۔

حضرت زرعہ بن عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت سعید بن المسیب کی حالت مرض میں موجود تھا، اچانک حضرت سعید پر غشی طاری ہوگئی۔حضرت ابوسلمہ کے کہنے پر ان کا بستر قبلہ رو کردیا گیا جب افاقہ ہوا تو پوچھا: آپ حضرات نے میرا بستر پھیرا ہے؟ کہنے لگے، ہاں! انہوں نے (سعید بن المسیب نے) ابومسلمہ کی طرف دیکھ کر کہا:

''میرا خیال ہے تم نے کروایا ہے، حضرت ابوسلمہ نے جواباً کہا: ''ہاں! میں نے ہی کہا تھا'' حضرت سعید نے کہا میرا بستر پہلے کی طرح کردیا جائے''۔[مصنف ابن ابی شیبۃ،ج:۴،ص:۷۶سند بالکل صحیح ہے]

{۱۶}......کسی کافر کی وفات کے وقت مسلمان کے لئے اس کے پاس جانے میں کوئی حرج نہیں تا کہ اسے دعوتِ اسلام دے، شاید وہ مسلمان ہوجائے۔حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''كـان غـلام يهـودی يـخـد م الـنبی ﷺ فاتاه النبی ﷺ يعوده فقعد عند رأسه فـقـال له اسلم ، فنظر الیٰ ابيه وهو عنده ؟ فقال له : اَطِعُ ابا القاسم ﷺ ،فخرج

النبی ﷺ وھو یقول :الحمد لِلّٰہ الّذی انقذہ من النار ''. [صحیح بخاری'کتاب الجنائز'باب:۷۹]

''فلمّا مات قال: صلّوا علیٰ صاحبکم ''. [مسند امام احمد'ج:۳'ص:۲۶۰ سند قابل اعتماد ہے]

''ایک یہودی بچہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا' وہ بیمار ہوگیا' آپ ﷺ اس کی عیادت کے لئے تشریف لائے۔اس کے سر کے قریب بیٹھ کر فرمایا۔''اسلام قبول کرلو'اس نے اپنے قریب بیٹھے ہوئے والد کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا اس نے کہ اباالقاسم ﷺ کی بات مان لو'چنانچہ وہ مسلمان ہوگیا۔آپ ﷺ یہ کہتے ہوئے نکلے:

''الحمد لِلّٰہ الّذی انقذہ من النار ''.

''اس اللہ کا شکر ہے جس نے اسے آگ سے بچادیا''۔

(جب وہ مرگیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:اپنے ساتھی کی نماز جنازہ ادا کرو''۔)

وفات کے بعد حاضرین کی ذمہ داریاں

{۱۷}...... جب انسان کی روح پرواز کر جائے تو حاضرین پر کئی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔

ا: ۔ اس کی آنکھیں بند کر دیں۔ **ب :** ۔اور اس کے لئے دعا کریں۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ:

''دخل رسول اللّٰہ ﷺ علیٰ ابی سلمة وقد شقّ بصره فاغمضه ثم قال: ان الروح اذا قبض تبعه البصر ' فضجّ ناسٌ من اهله فقال : لاتدعوا علیٰ انفسکم الاّ بخیرٍ ' فانّ الملائکة یؤمنون علیٰ ماتقولون ثم قال : اللّٰهم اغفر لی لابی سلمة وارفع درجته فی المهدیّین ' وخلفُه فی عقبه فی الغابرین ' واغفر لنا وله یاربّ العالمین ' وافسح له فی قبره ' ونوّر له فیه''.

[صحیح مسلم' کتاب الجنائز' باب فی اغماض المیت والدعاء له اذا حضر]

رسول اللہ ﷺ ابوسلمہ کے پاس آئے جبکہ اس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔آپ ﷺ نے ان کو بند فرما کر کہا:

''جب روح پرواز کرنے لگتی ہے تو نگاہ اس کا پیچھا کرتی ہے۔ چنانچہ اہل خانہ واویلا کرنے لگے' تو آپ ﷺ نے فرمایا اپنے لئے اچھی دعا کرو' فرشتے بھی تمہاری دعا پر آمین کہتے ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے دعا فرمائی اے پروردگار! ابوسلمہ کی مغفرت فرما' آخرت میں اس کے درجات بلند فرما' پسماندگان کا والی بن جا' اے رب العالمین! ہماری اور اس کی بخشش فرما' اس کی قبر کو کشادہ کر کے نور سے بھر دے''۔

ج : ۔اس کے سارے جسم کو کپڑے سے ڈھانپ دیں۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتی ہیں:

''انّ رسول اللّٰہ حین توفّی سُجّی ببُردٍ حبرةٍ''.

[صحیح بخاری' کتاب اللباس' باب البرو الحبرة والشملة /صحیح مسلم کتاب الجنائز' باب تسجیة المیت]

''جب آپ ﷺ کی روحِ اطہر پرواز کرگئی تو آپ کو دھاریدار چادر سے ڈھانپ دیا گیا''۔

د :۔ مذکورہ حکم غیرمحرم کے لئے ہے البتہ مُحرِم کا سر اور چہرہ نہیں چھپایا جائے گا۔

[مُحرم سے مراد وہ آدمی ہے جس نے حج یا عمرہ کی غرض سے احرام باندھ لیا ہو]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ:

''بینما رجل واقف بعرفة اذ وقع عن راحلته ' فوَقصَتْه اوقال فاقْعصَتْه' فقال النبی ﷺ :

اغسلوه بماءٍ وسدْرٍ'وكفّنوه فی ثوبين (وفی رواية :فی ثوبيه) ولاتُحنّطوا(وفی رواية ولاتطيّبوه)ولاتُخَمّروا رأسه ولا وجهه فانّه يبعث يوم القيامة ملبيًّا''.

[صحيح مسلم'كتاب الحج'باب مايفعل بالمحرم اذا مات]

''ایک آدمی میدانِ عرفات میں تھا' اچانک اپنی سواری سے گر گیا' اونٹنی نے اس کی گردن توڑ دی (یا راوی نے کہا: اس نے اسے وہیں ماردیا) اسے پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دے کر' دو کپڑوں میں کفن دو' (دوسری روایت میں ہے اسی کے دونوں کپڑوں میں) خوشبو نہ لگاؤ' اور نہ ہی اس کا اور چہرہ چھپاؤ۔ یہ روزِ قیامت تلبیہ کہتے ہوئے اٹھے گا''۔

[تلبيه:لبيك اللهم لبيك 'لبيك لاشريك لك لبيك ....الخ]

ھـ :۔ جب موت واقع ہو جائے تو تجہیز و تکفین کے بارے میں جلدی کی جائے' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' رسول اللہ ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''اسرعوا بالجنازة..................الحديث ''.

''صحيح بخاری'كتاب الجنازة' باب السرعة بالجنازة'صحيح مسلم ' كتاب الجنائز'باب الاسراع بالجنازة''۔

''جنازوں کے بارے میں جلدی کیا کرو''۔ مکمل حدیث مسئلہ ۵۰ میں نقل ہوگی۔

و :۔ جس علاقے میں مرا ہو' وہیں دفن کرنا چاہئے' کسی دوسری جگہ نہ لے جایا جائے' کیونکہ نقل مکانی

جلدی کرنے والے حکم کے خلاف ہے۔ جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ کی مذکورہ حدیث (فقرہ ھ) سے ثابت ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بھائی جب وادی حبشہ میں فوت ہوگیا اور وہاں سے لایا گیا تو بڑے افسوس سے فرمایا:

''مجھے اس بات کا غم ہے کہ اسے مکانِ وفات پر دفن کیوں نہ کیا گیا''۔

[سنن البیهقی ،ج:٤ ص:٥٧ كتاب الجنائز باب من كره نقل الموتیٰ ۔ سند صحیح ہے]

امام نووی رحمہ اللہ نے ''الاذکار'' میں لکھا ہے کہ:

''اگر مرنے والا نقل جسد کی وصیت کرے تو بھی اس پر عمل نہ کیا جائے کیونکہ صحیح اور مختار مذہب کے مطابق نقلِ جسد حرام ہے۔ اکثر علما کا یہی قول ہے اور محققین کا بھی یہی فتویٰ ہے''۔

[الاذکار، ص: ١٥٠ باب وصية الميت۔ طبع المكتبه الامويه ۔دمشق]

[بعض صحابہ کرام کو مکہ مکرمہ کے گردو پیش سے منتقل کر کے مکہ مکرمہ میں، اور بعض کو مدینہ طیبہ میں دفن کیا گیا، ملاحظہ ہو۔ سنن البیهقی ج:٤ ،ص: ٥٧ مزید ملاحظہ ہو مؤطا امام مالك ،كتاب الجنائز باب ما جاء فی دفن الميت ۔ سند صحیح ہے]

ز :۔ میت کا قرض اس کے مال سے فوراً ادا کر دیا جائے۔ خواہ سارا مال ختم ہو جائے۔ اور اگر اس نے مال نہ چھوڑا ہو تو حکومت اس کا قرض ادا کرے بشرطیکہ اس نے قرض ادا کرنے کی حتی المقدور کوشش کی ہو اور اگر حکومت ادا نہ کرے تو جو مسلمان بھی احساناً ادا کر دے گا، صحیح ہوگا۔ اس بارے میں کئی احادیث میں موجود ہیں جو کہ اصل کتاب میں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔ ملاحظہ ہو۔ ص:١٤۔١٦

حاضرین اور دوسروں کے لئے جائز کام

{۱۸}...... میت کے چہرے سے کپڑا ہٹا کر آنکھوں کے درمیان بوسہ جا سکتا ہے۔ جیسا کہ حضرت ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ کی وفات کے بعد آپ کو بوسہ دیا اور تین روز تک رونے کی اجازت ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ:

''اقبل ابوبکر رضی اللّٰہ عنہ علیٰ فرسہ من مسکنہ ب (السّنحِ)حتی نزل فدخل علی المسجد و(وعمر یکلّم الناس) فلم یکلّم الناس حتیّ دخل علی عائشة رضی اللّٰہ عنھا ' فتیمّم النبی ﷺ وھو مسجًّی ببردةٍ حبرة' فکشف عن وجھہ'ثم اَکبّ علیہ فقبّلہ (بین عینیہ)ثمّ بکیٰ فقال :بأبی أنت وأمی یانبی اللّٰہ لایجمع اللّٰہ علیک موتتین' امّاالموتة التی علیک فقد متّھا' وفی روایة : لقد مُتَّ الموتة الّتی لا تموت بعدھا''.

[صحیح بخاری' کتاب الجنائز'باب الدخول علی المیت اذا ادرج فی افکانہ ۔اضافہ سنن النسائی ہے]

''حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ اپنی (السّنح) کی رہائش گاہ سے گھوڑے پر سے تشریف لائے۔ اتر کر مسجد میں آئے (جبکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں میں تقریر کر رہے تھے) آپ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس آنے تک کس سے گفتگو نہیں کی۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ کے پاس پہنچے جبکہ آپ ﷺ دھاری دار چادر سے ڈھانپے ہوئے تھے۔ چہرے سے کپڑا اٹھایا اور جھک کر آنکھوں کے درمیان بوسہ دے کر رو دیئے اور فرمایا: یا نبی ﷺ آپ پر میرے ماں باپ قربان! اللہ تعالیٰ آپ کو دو مرتبہ موت نہیں دے گا بس جو موت آنی تھی وہ آ چکی ہے' ایک دوسری میں ہے: آپ کو ایسی موت آ چکی ہے جس کے بعد دوبارہ موت نہیں آئے گی''۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا:

''دخلنا مع رسول اللّٰه ﷺ علی ابی سیف. وکان ظئراً لابراهیم علیه السلام، فاخذ رسول اللّٰه ﷺ ابراهیم فقبّله وشمّه .ثم دخلنا علیه بعد ذلک وابراهیم یجود بنفسه فجعلت عینا رسول اللّٰه ﷺ تذرِ فان فقال له عبدالرحمن بن عوف: وانت یارسول اللّٰه ﷺ؟فقال :

یا ابن عوف ؟ انّها رحمة .

ثم اتبعها بأخری فقال:

''انّ العین تدمع ، والقلب یحزن،ولانقول الاّ مانرضی ربّنا وانّا بفراقک یا ابراهیم لمحزونون''.

[صحیح بخاری ،کتاب الجنائز ،باب قول النبی ﷺ انابك لمحزونون۔ صحیح مسلم، کتاب الفضائل باب رحمته ﷺ ،الصبیان والعیال وتواضعه]

''ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ ابوسیف کے پاس آئے۔ ابوسیف ابراہیم علیہ السلام کے رضاعی والد تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ابراہیم کو گود میں لے کر بوسہ دیا اور پیار کیا۔ بعد میں ہم دوبارہ گئے۔ تو ابراہیم آخری سانس لے رہا تھا۔ یہ دیکھ کر رسول اللہ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: اے رسول اللہ ﷺ کیا آپ بھی روتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابن عوف یہ تو شفقت ہے، پھر بات کو آگے بڑھاتے ہوئے فرمایا:

''آنکھوں سے بہتے ہوئے آنسو بہتے ہیں، دل غمگین ہوتا ہے لیکن ہم صرف وہ بات کہتے ہیں جس سے ہمارا رب راضی رہے۔ اے ابراہیم تیری جدائی سے ہم غمگین ہیں''۔

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

''انّ النبی ﷺ امهل آل جعفر ثلاثاً ان یّاتیهم ثم اتاهم فقال :

"لاتبکوا علی اخی بعد الیوم..................الحدیث"۔

[سنن ابی داؤد، کتاب الترجل باب فی حلق الرأس ۔سند بالکل صحیح ہے۔
وسنن النسائی ۔کتاب الزینة باب حلق رؤس الصبیان]

''نبی کریم ﷺ نے تین روز تک آلِ جعفر کو مہلت دی یہ کہ آپ ﷺ ان کے پاس آئیں گے۔ پھر تین دن کے بعد ان کے پاس آ کر فرمایا: آج کے بعد میرے بھائی کو نہ رونا''۔

تفصیلی حدیث تعزیت کے باب میں آئے گی۔ان شاءاللہ تعالیٰ۔

قریبی رشتہ داروں کے فرائض

{۱۹}...... میت کے قریبی رشتہ داروں کو جب خبر وفات ملے تو دو باتوں پر ضرور عمل کریں۔اولاً: تقدیر پر صبر ورضاء کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ ولنبلونکم بشیء من الخوف والجوع ونقص مّن الأموال والانفس والثمرات وبشر الصابرین O الذین اذا اصابتهم مصیبة قالوا انا لله وانا الیه راجعون O اولٰئک علیهم صلوٰت مّن ربّهم ورحمة واولٰئک هم المهتدون O

[البقرة:۱۵۵-۱۵۶-۱۵۷]

''اور ہم ضرور تمہیں خوف وخطر، فاقہ کشی، جان ومال کے نقصانات اور آمدنیوں کے گھاٹے میں مبتلا کر کے تمہاری آزمائش کریں گے۔ان حالات میں جو لوگ صبر کریں اور جب کوئی مصیبت پڑے تو کہیں کہ ''ہم اللہ ہی کے ہیں اور اللہ ہی کی طرف ہمیں لوٹ کر جانا ہے۔انہیں خوشخبری دیدو۔ان پر ان کے رب کی طرف بڑی عنایات ہوں گی۔اس کی رحمت ان پر سایہ کرے گی اور ایسے ہی لوگ راست رو ہیں''۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ:

"مرّ رسول اللّٰہ بامرءۃ عند قبرٍ وھی تبکی ' فقال لھا: اتّقی اللّٰہ واصبری ' فقالت الیک عنّی فانک لم تصب بمصیبتی 'قال: ولم تعرفہ فقیل لھا: ھو رسول اللّٰہ فاخذ ھا مثل الموت فاتت باب رسول اللّٰہ ولم تجد عندہ بوّابین فقالت: یا رسول اللّٰہ انّی لم اعرفک فقال رسول اللّٰہ ﷺ :

"انّ الصبر عند اوّل الصّدمۃ "۔

[صحیح بخاری'کتاب الجنائز'باب زیارۃ القبور' صحیح مسلم'کتاب الجنائز باب فی الصبر علی المصیبۃ]

"رسول اللہ ﷺ ایک عورت کے پاس سے گزرے جو قبر پر بیٹھی رو رہی تھی ۔آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ سے ڈرو اور صبر کرو'اس نے کہا تم دور رہو'تمہیں میری مصیبت کا کیا پتہ؟ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں :اس عورت نے آپ ﷺ کو پہچانا نہیں ۔ پھر اسے بتایا گیا کہ وہ رسول اللہ ﷺ تھے تو بہت گھبرائی ۔ چنانچہ وہ آپ ﷺ کے دروازے پر آئی اور وہاں چوکیدار بھی نہ پائے تو حاضر ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ میں نے آپ کو پہچانا نہیں تھا تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''بلا شبہ صبر ابتدائے صدمہ کے وقت ہی ہوتا ہے''۔

اولاد کی وفات پر صبر کرنا بڑے اجر وثواب کا باعث ہے اس بارے میں کئی احادیث ہیں چند ایک کا ذکر کرتا ہوں:۔

''جن والدین کے تین بچے فوت ہو جائیں'اللہ تعالیٰ انہیں والدین کے ہمراہ اپنے فضل سے جنت میں داخل کرے گا وہ بچے جنت کے دروازے پر ہوں گے'جب انہیں کہا جائے گا کہ جنت میں چلے جائے تو وہ جواباً کہیں گے ۔ والدین کے آنے پر جائیں گے ۔انہیں دوبارہ کہا جائے گا کہ اللہ کے فضل سے تم اپنے والدین سمیت جنت میں داخل ہو جاؤ''۔

[سنن النسائی'کتاب الجنائز'باب من توفی لہ ثلاثہ ۔ امام الالبانی نے اس حدیث کو بخاری ومسلم کی شروط پر صحیح کہا ہے]

''ایّما امرأة مات لها ثلاثة من الولد کانو حجابا من النار قالت امرأة واثنان؟قال واثنان''. [صحیح بخاری ' کتاب الجنائز'باب فضل من ماب له ولد فاحتسب]

''جس عورت کے تین بچے فوت ہوگئے وہ آگ سے رکاوٹ بن جائیں گے۔ایک عورت نے دریافت کیا: دوکا کیا حکم ہے؟ آپ ﷺ نے ارشادفرمایادوبھی''۔

ثانیاً۔ کہ وہ''انا للہ وانا الیہ راجعون'' پڑھےاورحسب ذیل دعاپڑھےجیسا کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے:

'' اللّٰھم اَجِرْنِیْ فِیْ مُصِیْبَتِیْ وَاخْلُفْ لِیْ خَیْرًا مِّنْھَا ''.

[صحیح مسلم'کتاب الجنائزباب مایقال عند المصیبة]

''اے اللہ میری تکلیف پر مجھ اجرعطا کراور مجھے اس کانعم البدل عطا کر''۔

{۲۰}......عورت کے لئے بطورافسوس ہرقسم کی زینت سے اجتناب صبر کے منافی نہیں ہے۔اپنے بچے یاعزیز کے لئے تین روزتک سوگ مناسکتی ہے'البتہ خاوند کے لئے چار ماہ دس تک سوگ منائے۔

لحدیث زینب بنت ابی سلمة قالت دخلت علیٰ امّ حبیبة زوج النبی ﷺ فقالت سمعت رسول اللّٰہ یقول:

''لایحلّ لِامرأة تؤمن باللّٰہ والیوم الآخر (ان) تَحِدّ علی میّتٍ فوق ثلاث ' الاّ علی زوج اربعة اشھروعشراً''.

''حضرت زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر ہوئی تو انہوں نے بتایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جوعورت اللہ اوراس کے رسول پر ایمان رکھتی ہووہ کسی مرنے والے کا تین رزو سے زیادہ سوگ نہ منائے البتہ اپنے شوہر کا چارہ ماہ دس دن تک سوگ منائے''۔

پھر میں زینت بنت جحشؓ کے پاس آئی۔انہیں دنوں ان کا بھائی فوت ہوا تھا۔انہوں نے خوشبومنگوا کر لگائی

پھر کہا:

''مجھے خوشبو کی ضرورت تو نہیں تھی البتہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے......''

(مذکورہ بالا حدیث)

{۲۱}...... لیکن اگر خاوند کی رضا مندی اور خواہش کے پیش نظر (خاوند کے علاوہ) کسی دوسرے کا سوگ نہ منائے تو یہ بہت بہتر ہے۔ نتیجۃً اس کے لئے بہت بھلائی کی توقع کی جاسکتی ہے۔ جسا کہ ام سلیم اور ابوطلحہ الانصاری رضی اللہ عنہما کے ساتھ پیش آیا۔ یہ واقعہ بہت طویل ہے' اگر اختصار پیش نظر نہ ہوتا تو ضرور ذکر کرتا۔ تفصیلات اصل کتاب میں ملاحظہ فرمائیں۔ [ملاحظہ ہو ص: ۲۴۔۲۵۔۲۶ اصل عربی کتاب]

اعزّہ واقارب کے لئے ممنوعات

{۲۲}...... رسول اللہ ﷺ نے کئی کام حرام قرار دیئے ہیں مگر اکثر لوگ پہلے بھی ان کے مرتکب ہوتے رہے ہیں اور اب بھی ان سے باز نہیں آتے جبکہ ان کی واقفیت اور ان سے بچنا انتہائی ضروری ہے۔

اس کی تفصیل یہ ہے:

ا:۔ نوحہ کرنا' اس سے متعلق کئی احادیث ہیں' رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''**اثنتان فی النّاس هما بهم كفر: الطّعن فی النّسب' والنّياحة على الميّت**''.

[صحیح مسلم 'کتاب الایمان' باب ۳]

''لوگوں میں دو کفریہ باتیں پائی جاتی ہیں' نسب کا طعن دینا اور میت پر نوحہ کرنا''۔

ب:۔ منہ پیٹنا۔

ج:۔ گریبان چاک کرنا۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

''**ليس منّا من لطم الخدود' وشقّ الجيوب' ودعا بدعوىٰ الجاهلية**''.

[صحیح بخاری 'کتاب الجنائز' باب لیس منا من ضرب الخدود' صحیح مسلم' کتاب الایمان باب ٤٤]

''جس نے منہ پیٹا' گریبان چاک کیا یا جاہلیت کی باتیں کیں اس کا ہم سے کوئی تعلق نہیں''۔

د :۔ گنبال منڈوانا (بطور اظہار غم)۔حضرت ابو بردۃ بن حضرت ابوموسیٰ رضی عنہ کا بیان ہے کہ:

''وجع ابو موسیٰ وجعا فغشی علیه وراسه فی حجر امرأة من اله فصاحت امرأة من اهله فلم سیتطع ان یردّ علیها شیئا 'فلماافاق قال : انا برئ منه رسول اللّٰه ﷺ فان رسول اللّٰه برئ من الصّالقة والحالقِةِ والشّاقّةِ''.

[صحیح بخاری ' کتاب الجنائز'باب ماینهی عن الحق عند المصیبة]

''حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کوسخت بیماری کے بعد غشی طاری ہوگئی'اس وقت ان کا سر اپنی بیوی کی گود میں تھا۔آپ کی ایک رشتہ دار عورت چلّا کر رونے لگی۔حضرت ابوموسیٰ روک نہ سکے' جب طبیعت سنبھلی تو فرمایا: میں بھی اس کام سے بےزار ہوں جس سے رسول اللہ ﷺ بےزار ہیں۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ بلند آواز سے چیخنے والی' بال نوچنے والی (شدت غم اور بےصبری کی وجہ سے) یا سر منڈوانے اور کپڑے پھاڑنے والی سے بےزار تھے''۔

و :۔ بالوں کو پراگندہ کرنا'ایک عورت کی روایت ہے'جس نے نبی ﷺ سے بیعت کی تھی کہ:

''کان فیما اخذ علینا رسول اللّٰه فی المعروف الّذی أخذ علینا ان لانعصیه فیه' وان لانُخمّش وجهاً ولاندعو ویلاً ولانشقّ جیباً'وان لاننشُرشعراً''.

[سنن ابی داؤد'کتاب الجنائز'باب فی النوح'سندصحیح ہے]

''آپ ﷺ نے جن نیک کاموں کا ہم سے عہد لیا ان میں یہ بھی شامل تھا کہ ہم آپ کی نافرمانی نہیں کریں گی۔ چہرہ نہیں نوچیں گی' واویلا نہیں کریں گی' گریبان چاک نہیں کریں گی اور بالوں کو پراگندہ نہیں کریں گی''۔

ھـ :۔ چند دن تک میت پر اظہار افسوس کی خاطر داڑھی نہ مونڈنا'اور وہ دن گزر جانے کے بعد دوبارہ داڑھی مونڈ لینا۔ یہ عمل بھی بظاہر بال پراگندہ کرنے کے مترادف ہے اور پھر یہ بدعت بھی ہے۔رسول اللہ ﷺ کا

ارشادگرامی ہے کہ:

"کلّ بدعــة ضلاة و کل ضلالة فی النار".

[سنن نسائی'کتاب العیدین'باب کیفیة الخطبه ' سندصحیح ہے]

''ہر بدعت گمراہی ہےاور ہر گمراہی آگ میں لے جانے والی ہے''۔

ء:۔ بغرض تشہیرکسی کی وفات کا اعلان اہم مقامات پرکرنا کیونکہ یہ''نعی''میں شامل ہے۔

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ ثابت ہے کہ:

"ثبت عن حذیفة بن الیمان انّه کان اذا مات له المیّت قال: لاتؤذنوا بهٖ احداً انّی اخاف ان یّکون نعیاً' انّی سمعت رسول اللّٰه ینهیٰ عن النّعی ".

[سنن الترمذی'کتاب الجنائز'باب ماجاء فی کراهیة النعی' سندقابل اعتماد ہے]

''جب کوئی مرجاتا تو کہتے تھے کسی کو اطلاع نہ کرنا مجھے خدشہ ہے کہ یہ(نعی)میں شامل نہ ہوجائے۔کیونکہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا ہے کہ آپ(نعی)سے منع فرماتے تھے''۔

[دورجاہلیت کا یہ رواج تھا کہ جب کوئی آدمی مرجاتا تو چندافرادکومقررکردیا جاتا تا کہ وہ بازاروں اورگلی کوچوں میں جائیں اورروروکراس کی وفات کا اعلان کریں اورمرنے والا جتنی اہم شخصیت کا حامل ہوتا اتنا ہی زیادہ اہتمام کیا جاتا'اس عمل کونعی سے تعبیر کیا جاتا تھا۔]

(المترجم 'غفرله ولوالدیه وبارك الله فی حیاتهما بالخیر والایمان)

اعلانِ وفات کا جائز طریقہ

{۲۳}......وفات کی اطلاع کرنی جائز ہے بشرطیکہ وہ جاہلانہ رسم کے مطابق نہ ہواور اگر غسل، تکفین اور نماز کے لئے کوئی بھی نہ ہوتو اطلاع کرنی واجب ہے۔حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

''انّ رسول اللّٰہ ﷺ **نعی النّجاشی فی الیوم الذی مات فیہ ...... الحدیث** ''.

[صحیح بخاری،کتاب الجنائز ،باب الرجل ینعی الی المیت بنفسہ ،صحیح مسلم کتاب الجنائزفی التکبیر علی الجنازۃ]

''جس روز نجاشی فوت ہوااسی دن آپ ﷺ نے اس کی اطلاعِ وفات عام مسلمانوں کو کی...''۔

بہتر یہ ہے کہ اطلاع کرنے والا لوگوں سے درخواست کرے کہ وہ مرنے والے کے حق میں دعا کریں جیسا کہ رسول اللہ نے نجاشی کی وفات کی اطلاع کے بعد فرمایا:

''**استغفروا لِاَخِیْکُمْ** ''. [مسند امام احمد ،ج:٤ ص: ٢٦٠ سند قابل اعتماد ہے]

''اپنے بھائی کے حق میں استغفار کرو......الحدیث''۔

اس دور میں بعض لوگ کہتے ہیں کہ فلاں کے ایصالِ ثواب کے لئے فاتحہ پڑھو یہ سنت کے منافی ہے ۔اور بدعت بھی کیونکہ کسی کی تلاوت سے مرنے والے کو کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔اس مسئلہ کی تفصیل انشاءاللہ آگے بیان ہوگی۔[ملاحظہ مسئلہ نمبر۱۲۰]

حسن خاتمہ کی علامات

شارع حکیم نے اچھے اور عمدہ خاتمے کی نشانیاں واضح طور پر بتادی ہیں' اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہمیں بھی نصیب فرمائے۔ اگر مرنے والے میں کوئی بھی نشانی پائی جائے تو یہ خوشخبری سے کم نہیں۔

{۱}......آخری سانسوں کے ساتھ ہی کلمۂ توحید کی ادائیگی' اس سے متعلق معدد احادیث ''اصل کتاب'' میں درجہ ہیں: رسول اللہ ﷺ کا ارشاد پاک ہے کہ:

'' من کان آخر کلامه لااِلٰــه الاّ اللّٰه دخل الجنّة ''.

[مستدرك حاكم'كتاب الجنائز'باب من كان آخر كلامه'لااله الاّ اللّٰه دخل الجنة]

''جس نے آخری بات ﴿لا الٰه الاّ اللّٰه﴾ کہی وہ جنت میں داخل ہوگیا''۔

{۲}......موت کے وقت پیشانی پر پسینہ آنا' حضرت بریدہ بن الحصیب بیان کرتے ہیں کہ:

''انّـه كـان بـخـراسـان 'فـعاد أخاً له وهو مريض ' فوجده بالموت واذا هو بعرق جبينـه ' فـقال:اللّٰه اكبـر' سمعت رسول اللّٰه ﷺ يقول :''موت المؤمن بعرق الجبين''. [مسند امام احمد'ج:۵'ص:۳۵۷سنن النسائی'كتاب الجنائزباب موت المومن 'سند بالکل صحیح ہے]

''وہ خراسان میں تھے' اور اپنے بیمار بھائی کی عیادت کو گئے' وہ موت وحیات کی کشمکش میں تھا' دیکھا تو اس کی پیشانی پسینے سے شرابور تھی' آپ نے کہا ﴿اللہ اکبر﴾ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: مومن کی موت کے وقت پیشانی پر پیشانی ہوتا ہے''۔

{۳}...... جمعہ کی رات یا جمعہ کے دن موت آنا۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

''ما من مسلم يموت يوم الجمعة' الاّ وقاه اللّٰه فتنة القبر''.

[سـنـن تـرمـذی'كتـاب الـجـنـائـز'بـاب مـاجـاء فيـمـن مـات يـوم الـجـمـعة / مسـنـد امـام احمد'ج:۲'ص:۱۶۹۔۱۷۶۔۲۲۰۔ کئی سندوں کی وجہ سے حدیث قابل اعتماد ہے]

''جو مسلمان جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات فوت ہو اللہ تعالیٰ اسے فتنہ قبر سے محفوظ کر دیتا ہے''۔

{۴}......میدانِ جہاد میں شہادت، اللہ تعالیٰ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَلاَ تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتاً بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ O فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يُلْحِقُوْا بِهِمْ مِنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلاَهُمْ يَحْزَنُوْنَ O يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ O﴾ [آل عمران:۱۶۹-۱۷۱]

''جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل ہوئے ہیں انہیں مردہ نہ سمجھو، وہ تو حقیقت میں زندہ ہیں، اپنے رب کے پاس رزق پا رہے ہیں، جو کچھ اللہ نے اپنے فضل سے انہیں دیا ہے اس پر خوش وخرم ہیں اور مطمئن ہیں کہ جو اہل ایمان ان کے پیچھے دنیا میں رہ گئے ہیں اور ابھی وہاں نہیں پہنچے ہیں ان کے کسی خوف اور رنج کا موقع نہیں ہے وہ اللہ کے انعام اور اس کے فضل پر شاداں وفرحاں ہیں اور ان کو معلوم ہو چکا ہے کہ اللہ مومنوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتا۔

اور رسول اللہ ﷺ کا ارشاد یہ ہے کہ:

''للشّهيد عندالله ستُّ خصالٍ يغفرله فى اوّل دفعة من دمه ويرى معقده من الجنة، ويجار من عذاب القبر، ويأمن الفزع الاكبر، ويحلّىٰ حلية الايمان، ويزّوج من الحور العِينِ، ويُشفّع فى سبْعِيْنَ اِنْسَاناًمِنْ اَقَارِبِهٖ''.

[سنن الترمذی، کتاب فضائل الجهاد، باب ثواب الشهيد، سنن ابن ماجه كتاب الجهاد، باب فضل الشهادة فى سبيل الله سند بالکل صحیح ہے]

''اللہ تعالیٰ کے ہاں شہید کے لئے چھ خصوصیات ہیں:

(۱) پہلا قطرہ گرتے بخشش ہو جاتی ہے۔ (۲) جنت میں اپنا ٹھکانہ دیکھ لیتا ہے۔

عذاب قبر محفوظ ہوجاتا ہے۔ (۳) قیامت کی گھبراہٹ سے محفوظ رہے گا۔
(۴) زیور ایمان سے آراستہ کردیا جاتا ہے۔ (۵) خوب صورت آنکھوں والی حوروں سے نکاح ہوگا۔ (۶) ستر قریبی رشتہ داروں کے حق میں اس کی شفاعت (سفارش) قبول ہوگی''۔

{۵}......فی سبیل اللہ مجاہد کی موت' رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

''ماتُعدّون الشهيد فيكم؟ قالوا يارسول الله من قتل في سبيل الله فهو شهيد. قال: انّ شهداء امّتي اذاً لقليلٌ .قالوا: فمن هم يا رسول الله قال:من قتل في سبيل الله فهو شهيد'ومن مات في سبيل الله فهو شهيد' ومن مات في الطّاعون فهو شهيد' ومن مات في البطن فهو شهيد 'والغريق شهيد''.

[صحيح مسلم'كتاب الامارة'باب بيان الشهداء]

''تم کسے شہید شمار کرتے ہو؟انہوں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ جو اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے قتل ہوجائے وہ شہید ہے' آپ ﷺ نے فرمایا: تب تو میری امت کے شہداء کی تعداد کم رہے گی۔صحابہ کرام نے تفصیل پوچھتے ہوئے عرض کیا: کن کن لوگوں کا شمار شہداء میں ہوگا ؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جو راہ جہاد میں قتل ہوا وہ بھی شہید' جو اللہ کی راہ میں مرگیا وہ بھی شہید' جو طاعون کی بیماری سے مرگیا وہ بھی شہید۔جو پیٹ کی بیماری سے مرا وہ بھی شہید اور غرق ہونے والا بھی شہید ہے''۔

{۵}......مرض طاعون کی وجہ سے موت آنا' اس باب میں کئی احادیث ہیں ان میں سے ایک حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا:

''الطاعون شهادة لكلّ مسلمٍ''.

[صحيح بخاری'كتاب الطب'باب مايذكرمن الطاعون۔صحيح مسلم'كتاب الامارة باب بيان الشهداء]

''طاعون ہر مسلمان کے لئے شہادت ہے''۔

پیٹ کی بیماری سے موت‘ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

’’**ومن مات فی البطن فهو شهيد**‘‘. [صحیح مسلم کتاب الامارة‘باب بيان الشهداء]

’’جو پیٹ کی بیماری میں مر گیا وہ شہید ہے‘‘۔

{۸/۹}......غرق یا ملبے کے نیچے دبنے سے موت واقع ہونا۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ:

’’**الشّهداءُ خمسة: المطعون ‘والمبطون ‘ والغرق ‘وصاحب الهدم ‘ والشّهيد في سبيل اللّٰه**‘‘. [صحیح مسلم‘کتاب الامارة ‘باب بيان الشهداء]

’’شہید پانچ قسم کے ہیں: طاعون کی بیماری سے مرنے والا‘ پیٹ کی بیماری سے مرنے والا‘ غرق ہونے والا‘ ملبے کے نیچے دب کر مرنے والا اور جہاد فی سبیل اللہ کے دوران شہید‘‘۔

{۱۰}...... بچے کی ولادت کے بعد عورت کا حالت نفاس میں مرنا۔ حضرت عبادۃ الصامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

’’رسول اللہ ﷺ عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی عیادت کو تشریف لائے وہ آپ ﷺ کے استقبل کے لئے بستر سے نہ اٹھ سکے‘ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: کیا تمہیں معلوم ہے کہ میری امت کے شہداء کون ہیں؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا ’’مسلمان کا قتل ہونا شہادت ہے‘‘۔

آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تمہیں معلوم ہے میری امت کے شہداء کون ہیں؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا: مسلمان کا قتل ہونا شہادت ہے‘ آپ ﷺ نے فرمایا کہ: اس صورت میں تو میری امت کے شہداء کم ہی ہوں گے‘ مسلمان کا قتل ہونا شہادت ہے‘ طاعون سے مرنا بھی شہادت ہے اور وہ عورت جو بچے کی پیدائش کے سبب فوت ہو جائے شہید ہے۔ (بچہ اپنی نال کی وجہ سے ماں کو جنت میں لے جائے گا)

{۱۱/۱۲}......جل جانے سے موت آنا‘ پہلو کے درد سے موت واقع ہونا۔

حضرت جابر بن عتیک رضی اللہ عنہ آپ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ:

"الشهداء سبعة سوى القتل فى سبيل اللّٰه : المطعون شهيد والغرق شهيد وصاحب ذات الجنبِ شهيد والمبطون شهيد والحرق شهيد والّذى يموت تحت الهدم شهيد والمرء ة تموت بجمع شهيدة ".

[مؤطاامام مالك'كتاب الجنائز'باب النهى عن البكاء على الميت ۔
سنن ابوداؤد'کتاب الجنائز'باب فضل من مات فی الطاعون سند صحیح ہے]

''فی سبیل اللہ قتل ہونے والے کے علاوہ شہید سات قسم کے ہیں: طاعون سے مرنے والا' غرق ہونے والا' پہلو کے درد سے مرنے والا' پیٹ کی بیماری سے مرنے والا' جل جانے والا' ملبے کے نیچے دب کر مرنے والا اور وہ عورت جو بچے کی وجہ سے مر جائے۔ یہ سب شہید ہیں''۔

{۵}......موت مرض سل سے موت واقع ہو۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

"القتل فى سبيل اللّٰه شهادة والنُّفَساء شهادة والحرق شهادة والغرق شهادة والسّلّ شهادة والبطن شهادة". [مجمع الزوائد'ج:۲'ص:۳۱۷ سند قابل اعتماد ہے]

'' ....مرض سل سے مرنا شہادت ہے''۔

(مریض کے پھیپھڑوں میں زخم ہونے سے خون آنے لگتا ہے اسی کو سلِ یا تپ دق کہتے ہیں)

{۱۴}......اپنے مال کا دفاع کرتے ہوئے مر جانا۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

"من قتل دون ماله او فى رواية : من اُريد ماله بغير حقّ فقاتل فقتل فهو شهيد".

[صحيح بخاری'كتاب المظالم'باب من قاتل دون ماله]

''جو آدمی اپنے مال کی وجہ سے قتل ہوا (دوسری روایت میں ہے جس آدمی کا مال ناحق طریقے سے لینے کی کوشش کی گئی ہو' پھر وہ اس کا دفاع کرتے ہوئے مارا گیا) شہید ہے''۔

{۱۶/۱۵}......دین اور عزت کے دفاع میں موت آنا۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

''من قتل دون ماله فهو شهيد ومن قتل دون اهله فهو شهيد' ومن قتل دون دينه فهو شهيد' ومن قُتِلَ دون دمهٖ فهو شهيد''.

[سنن ابی داؤد' کتاب السنّة' باب فی قتال اللصوص' سنن الترمذی' کتاب الآیات باب ماجاء فی من قتل دون مالهٖ فهو شهید۔ سنن النسائی کتاب ال تحريم الدم' باب من قاتل دون مالهٖ ' سند بالکل صحیح ہے]

''جو آدمی اپنے مال کے دفاع میں مارا گیا وہ بھی شہید ہے۔ جو اپنے دین کے دفاع میں مارا گیا وہ بھی شہید ہے جو اپنے خون کے دفاع میں مارا گیا ہو وہ بھی شہید ہے''۔

{۱۷}...... جہاد فی سبیل اللہ کے انتظار میں موت آنا۔ حدیث پاک ﷺ یوں ہے:

''رباط يوم وليلة خيرٌ من صيام شهر وقيامه' وان مات جرىٰ عليه عمله الّذى كان يعمله واجرى عليه رزقه وامن الفتّان''. [صحیح مسلم' کتاب الامارة' باب فضل الرباط فی سبیل اللّٰه]

''ایک دن رات اللہ کی راہ میں پہرہ چوکی دنیا ایک ماہ کے روزے اور عبادت سے بہتر ہے' اگر وہ اسی حالت میں مر جائے' تو بھی اس کا اجر اور رزق جاری رہے گا۔ وہ فتنے سے بھی محفوظ رہے گا''۔

{۱۸}...... نیک کام پر ہمیشگی کرتے ہوئے موت آنا۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

''من قال لااله اللّٰه ابتغاء وجه اللّٰه ختم له بها دخل الجنة' ومن صام يوما ابتغاء وجه اللّٰه ختم له بها 'دخل الجنة' ومن تصدّق بصدقة ابتغاء وجه اللّٰه ختم له بها' دخل الجنة''. [مسند امام احمد' ج:۵ ص:۳۹۱' سند صحیح ہے]

''جس نے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے لا الہ الا اللہ کہا اور اسی پر مرا' جنت میں داخل ہوگا' رضاء

الٰہی کے لئے کسی دن کا روزہ رکھااور یہی عمل مسلسل کرتے ہوئے مرا تو بھی جنت میں داخل ہوگا‘ جس نے اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے صدقہ کیااور عمر بھر کرتا رہا‘ وہ بھی جنت میں داخل ہوگا‘‘۔

جس آدمی کو ظالم حاکم نے صرف اس لئے قتل کر دیا کہ اس نے اسے نصیحت کی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان ہے:

"سید الشّهداء حمزة بن عب المطلب ، ورجلٌ قام الیٰ امام جائر فامره ونهاه فقتله".

[المستدرك للحاكم‘ كتاب معرفة الصحابة با ب من قام الى امام جائر للحق فقتله ‘ فهو سيد الشهداء‘ سند صحیح ہے]

’’حضرت حمزہ بن عبدالمطلب سید الشہد اء ہیں اور وہ آدمی بھی جس نے ظالم امام (حاکم) کو نیکی کی تلقین اور برائی سے روکا تو حاکم نے اسے قتل کر دیا‘‘۔
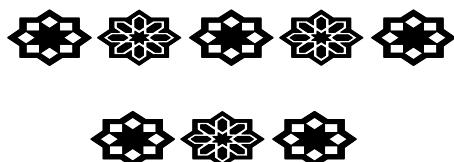
میت کے بارے میں اظہار خیال کرنا

{۲۶}......کم از کم دو سچے مسلم صاحب علم وتقویٰ کی کسی میت کے متعلق اچھی رائے اس کے لئے موجب جنت ہے۔ وہ اسے پڑوسی اور جاننے والے ہوں' اس بارے میں کئی احادیث وارد ہوئی ہیں۔

ا:۔حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ:

''ایک جنازہ نبی کریم ﷺ کے پاس سے گزرا' اس کی تعریف ہوئی (بہت سارے صحابہ نے تائید کرتے ہوئے کہا)' (ہمارے خیال میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا تھا) رسول اللہ ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا: واجب ہوگئی۔

ایک دوسرا جنازہ گزرا اس کے متعلق سخت الفاظ سے رائے بیان ہوئی۔ (بہت سارے صحابہ کرام نے تائید کرتے ہوئے کہا) (وہ دین کے معاملے میں برا آدمی تھا) نبی کریم ﷺ نے تین مرتبہ ارشاد فرمایا: واجب ہوگئی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا میرے ماں باپ قربان! ایک جنازہ گزرا' اس کی تعریف ہوئی' آپ نے فرمایا ''واجب ہوگئی'' دوسرا جنازہ گزرا جس کے متعلق رائے درشت الفاظ میں بیان ہوئی تو بھی آپ نے فرمایا: ''واجب ہوگئی''؟ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس کی تم نے تعریف کی اس کے لئے جنت واجب ہوگئی اور جسے تم نے سخت الفاظ سے یاد کیا اس کے لئے آگ واجب ہوگئی' مزید فرمایا: فرشتے آسمانوں میں اللہ کے گواہ ہیں اور تم دنیا میں اللہ کے گواہ ہو۔ (تین مرتبہ فرمایا)

ایک دوسری روایت میں ہے:

''مومن زمین پر اللہ کے گواہ ہیں اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے لوگوں کے بارے میں اچھی بری رائے بنی آدم کی زبان سے کہلا دیتے ہیں' آدمی جیسا بھی ہو اچھا یا برا''۔

[صحیح مسلم 'کتاب الجنائز' باب فیمن اثنی علیه خیراً او شراً من الموتیٰ/ مسند امام احمد ج:۳ ص:۱۷۹۔۱۹۷۱۸٦۔۲٤٥۔۲۸۱]

۲:۔حضرت ابوالاسودالدیلی بیان کرتے ہیں کہ:

''میں مدینہ منورہ میں حاضر ہوا اور وہاں ایک وبائی مرض تھا جس کی وجہ سے بہت سارے لوگ مررہے تھے۔ میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھ گیا' ایک جنازہ گزرا' لوگوں نے اس کی تعریف کی' حضرت عمرؓ نے فرمایا: ''واجب ہوگئی'' میں نے دریافت کیا کیا واجب ہوگئی؟ انہوں نے فرمایا: میں نے بھی اسی طرح کہا جیسے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا:

جس مسلمان کے حق میں چار مسلمان بھلائی کی گواہی دے دیں اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کردے گا۔ ہم نے پوچھا اور تین کا کیا حکم ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں تین آدمیوں کی گواہی بھی معتبر ہے۔ ہم نے پوچھا اگر دو گواہی دیں تو؟ انہوں نے فرمایا: ہاں دو کی گواہی بھی معتبر ہے۔ پھر ہم نے ایک کے بارے میں نہیں پوچھا''۔

۳:۔جو مسلمان بھی مرے اور چار قریبی پڑوسی اس کے حق میں بھلائی کی گواہی دیں تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

''قد قَبلتُ قولکم' او قال : بشهادتکم و غفرت له مالا تعلمون''.

[احمد ج:۳ ص:۲٤۲' صحیح سند ہے]

''میں نے تمہاری بات مان لی' اور جو بات تم نہیں جانتے' اسے بھی معاف کردیا''۔

یہ بات بھی واضح رہنی چاہئے کہ ان تینوں حدیثوں سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ یہ حکم صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ یہ خصوصیت ان مومنین کے لئے بھی جنہوں نے ان کی طرح ایمان' علم اور سچائی کے ساتھ گواہی دی' یہی بات حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں تفصیل سے بیان کی ہے۔ تفصیلات وہاں دیکھی جاسکتی ہیں۔ [فتح الباری' ج:۳' ص:۲۲۹۔ طبع السّلفیہ]

تیسری حدیث میں چار گواہوں کی قید لگائی گئی ہے بظاہر وہ حضرت عمرؓ کی حدیث سے پہلے کی

حدیث ہے۔حضرت عمرؓ والی حدیث دوآدمیوں کی گواہی کو کافی سمجھا گیا ہے۔لہٰذا وہی استدلال کے لئے اصل بنیاد ہے۔

گرہن کے وقت موت

{۲۷}......اگر کسی کی موت سورج یا چاند گرہن کے وقت آجائے تو یہ مرنے والی کی عظمت کا نشان نہیں ہوتا بلکہ ایسا اعتقاد تو جاہلانہ خرافات ہیں جس کی تردید رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات کے دن فرمادی تھی کیونکہ اس وقت سورج گرہن لگا تھا۔

چنانچہ آپ ﷺ نے حمد وثنا کے بعد خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے کہا:

''امّا بعد ایّها الناس انّ اهل الجاهلية كانوا يقولون انّ الشمس والقمر لايخسفان الا لموت عظيم ،وانّهما آيتان من آيات اللّٰه لايخسفان لموت احد ولا لحياته ولكنّ يخوّف الله به عباده فاذا رأيتم شيئاً من ذالك فافزعوا الىٰ ذكره ودعائه واستغفاره،والىٰ الصّدقة والعتاقة والصّلوٰة فى المساجد حتّٰى تنكشف''. [صحیحین اور سنن کے باب الکسوف کو اکٹھا کرکے ایک جامع عبارت کی شکل میں نقل کیا ہے]

''امابعد!اے لوگو اہل جاہلیت یہ کہا کرتے تھے کہ سورج یا چاند گرہن کسی عظیم ہستی کی وفات کی وجہ سے لگتا ہے، سن لو یہ تو اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دونشانیاں ہیں۔کسی کے مرنے یا پیدا ہونے سے نہیں گہناتیں بلکہ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے اپنے بندوں کو ڈراتا ہے۔چنانچہ جب تم ایسی صورت دیکھو تو اللہ کا ذکر کرو، دعا کرو، استغفار کرو، صدقہ کرو، غلام آزاد کرو، مسجدوں میں جاکر نماز ادا کرو حتی کہ یہ وقت ٹل جائے''۔

میت کا غسل

{۲۷}...... جب کسی انسان کی موت واقع ہو جائے تو چند افراد کو اس کے غسل کا فی الفور انتظام کرنا چاہئے۔ اس کی دلیل مسئلہ ۷ افقرہ ھ میں گزر چکی ہے۔ البتہ وجوبِ غسل کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم کئی احادیث میں موجود ہے۔

اولاً:۔ جس محرم کو اس کی اونٹنی نے روند ڈالا تھا اس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"**اغسلوا ه بماءٍ وسدرٍ ......الحديث**". [صحيح مسلم: كتاب الحج، باب مايفعل بالمحرم اذامات]

''اسے پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دو.................. الحدیث''۔

ثانیاً:۔ اپنی بیٹی زینب کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ:

"**اغسلها ثلاثاً، ثلاثاً او خمساً او سبعاً : او اكثر من ذٰلك**".

[صحيح بخارى، كتاب الجنائز، باب مايستحسن ان يغسل وتراً ۔صحيح مسلم، كتاب الجنائز، باب غسل الميت]

{۲۹}...... ادورانِ غسل حسب ذیل باتوں کا لحاظ کریں۔

۱۔ غسل تین یا اس سے زیادہ بار دینا چاہئے اور یہ غسل دینے الوں کی مرضی پر ہے۔

۲۔ غسل طاق عدد میں دیا جائے۔

۳۔ کسی ایک مرتبہ کے ساتھ بیری کے پتے، اشنان یا صابون کا استعمال ہونا چاہئے تا کہ صفائی بھی ہو جائے۔

۴۔ غسل دیتے وقت آخری مرتبہ پانی میں کچھ خوشبو ملا دینی چاہئے۔

۵۔ مینڈھیاں کھول کر اچھی طرح دھونی چاہئیں۔

۶۔ بالوں میں کنگھی کی جائے۔

۷۔ عورت کے بالوں میں تین مینڈھیاں بنا کر پیچھے ڈال دینی چاہئیں۔

۸۔ غسل دائیں طرف اور وضو کی جگہوں سے شروع کریں۔

۹۔استثنائی صورتوں کے علاوہ مردوں کو مرد اور عورتوں کو عورتیں غسل دیں۔

مذکورہ بالا امور کی دلیل حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا کی مندرجہ ذیل حدیث ہے۔آپ بیان فرماتی ہیں کہ:

''رسول اللہ ہمارے پاس تشریف لائے۔اس وقت ہم آپ کی بیٹی زینت رضی اللہ عنہا کو غسل دے رہے تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تین بار،پانچ بار،سات بار اگر تم مناسب سمجھو تو اس سے بھی زیادہ بار غسل دو' حضرت ام عطیہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کی طاق عدد میں؟ آپ نے فرمایا: ہاں اور آخری بار میں کچھ کافور بھی ملا دینا جب تم فارغ ہو جاؤ تو مجھے اطلاع کرنا' جب ہم فارغ ہوگئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع کی۔آپ نے ہماری طرف چادر بھیج کر فرمایا: اس میں لپیٹ دو۔اسے بطور قمیض پہنا دو۔بیان کرتی ہیں کہ ہم نے اس کے بالوں کو تین حصے کر کے کنگھی کی اور پیچھے ڈال دیئے۔ام عطیہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دائیں طرف اور وضو والی جگہوں سے شروع کرو''۔

[صحیح بخاری' کتاب الجنائز' کے مختلف ابواب میں حدیث مذکور ہے/صحیح مسلم کتاب الجنائز 'باب فی غسل المیت]

(۱۰) میت کے اوپر بڑا کپڑا ڈال کر اس کے کپڑے اتارے جائیں اور پھر اس کے نیچے سے کسی چھوٹے کپڑے کی مدد سے غسل دیا جائے۔اسی طرح رسول اللہ کے زمانے میں ہوتا تھا۔

یہی بات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے سمجھ میں آتی ہے' وہ بیان فرماتی ہیں کہ:

''جب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دینے کا ارادہ کیا تو آپ میں کہنے لگے کہ بخدا ہمیں علم نہیں کہ کیا کریں؟ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے اس طرح اتار لیں جس طرح اپنے مردوں کے کپڑے اتارتے ہیں یا کپڑوں سمیت غسل دیں۔جب اختلاف ہوا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر نیند طاری کر دی حتیٰ کہ سب کی گردنیں سینے کی طرف ڈھلک گئیں' پھر کسی نامعلوم آدمی نے گوشۂ گھر سے آواز لگائی کہ:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کپڑوں سمیت غسل دو''۔

چنانچہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو قمیص سمیت غسل دیا۔قمیص کے اوپر سے پانی ڈالتے تھے اور ہاتھوں کی بجائے قمیص ہی سے ملتے تھے''۔

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اگر اس صورت حال کا مجھے پہلے علم ہو جاتا تو آپ ﷺ کو ازواج مطہرات رضی اللہ عنہم ہی غسل دیتیں''۔

[سنن ابی دائود 'کتاب الجنائز'باب فی ستر المیت عند غسلہ ۔سند صحیح ہے]

(۱۱) سارے جسم کو ڈھانپ کر چھوٹے کپڑے کی مدد سے غسل دینے کا واحد مقصد یہ کہ میت کے ستر کو نہ دیکھا جائے اور نہ ہی چھوا جائے' صحیح بات یہ ہے کہ مرد کا ستر ناف سے گھٹنے تک ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

''مابین السّرّة والُركبة عورة''. [سنن ابی داؤد'کتاب اللباس' باب فی قولہ عزوجل'قل للمؤمنات یغضضن من ابصارھن'سند قابل اعتماد ہے]

''ناف اور گھٹنے کے درمیان ستر ہے''۔

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

''الفخذ عورة''. [سنن الترمذی کتاب الادب باب ماجاء ان الفخذ عورة'سند قابل اعتماد ہے]

''ران بھی حدود ستر میں ہے''۔

ایک عورت کا جسم بھی دوسری عورت کے لئے ستر ہے'البتہ وہ اعظاء جو بطور اظہار زینت ظاہر کئے جاتے ہیں اس میں شامل نہیں۔مثلاً سر'کان' گردن سینے کا بالائی حصہ'ہار پہننے کی جگہ' کلائی اور بازو کا کچھ حصہ' پہنچی پہننے کی جگہ'پاؤں پازیب پہننے کی جگہ'پنڈلی کا نچلہ حصہ'اس کے علاوہ سارا جسم ستر ہے کوئی بھی اسے دیکھ نہ پائے اور اسے ظاہر بھی نہیں کرنا چاہئے۔اللہ تعالیٰ کا فرمان یوں ہے کہ:

﴿لَايُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَاظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ وَلَايُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ آبائِهِنَّ اَوْ آبَاءِ بُعُولَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَائِهِنَّ اَوْ اَبْنَاءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ

اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِیْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِیْ اَخَوَاتِهِنَّ اَوْنِسَائِهِنَّ ....الآیة ﴾[النور:٣١]

''عام ظاہر چیزوں کے علاوہ وہ بناؤ سنگھار نہ ظاہر کریں۔مگر ان لوگوں کے سامنے شوہر' باپ' شوہروں کے باپ' اپنے بیٹے' شوہروں کے بیٹے' بھائی' بھائیوں کے بیٹے' بہنوں کے بیٹے اوراپنے میل جول کی عورتیں''۔

(۱۲) جوحکم نمبر۴ میں دیا گیا ہے۔محرم (جس نے حج یا عمرے کا احرام باندھا ہو) اس سے مستثنیٰ ہے۔اسے خوشبو لگانا جائز نہیں' جیسا کہ حدیث سے ثابت ہے جس کی طرف اشارہ گذر چکا ہے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''لاتُحَنّطوا 'وفی روایة :ولاتطیّبوہ ......فانه یُبعث یوم القیامة ملبیّا''.

[مسلم'کتاب الحج'باب ما یفعل با المحرم اذا مات]

''اسے حنوط نہ لگاؤ' دوسری روایت میں ہے خوشبو نہ لگاؤ' وہ روزِ قیامت لبیک کہتے ہوئے اٹھے گا''۔

(۱۳) میاں بیوی حکم نمبر ۹ سے مستثنیٰ ہیں' دونوں ایک دسرے کو غسل دے سکتے ہیں' اس کے لئے منع کی کوئی دلیل نہیں۔جب تک دلیل نہ ہو تو اصلاً جائز ہے۔خاص طور پر جب دو حدیثوں کی تائید بھی حاصل ہے۔

اولاً: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں:

''لو کنتُ استقبلت من امری مااستدبرت ما غسل النبیّ ﷺ غیر نسائه''.

[سنن ابی داؤد' کتاب الجنائز' باب فی ستر المیت عندغسله۔سند صحیح ہے]

''اگر یہ صورت حال مجھے پہلے معلوم ہوتی تو آپ ﷺ کو ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن ہی غسل دیتیں''۔

ثانیا: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ:

'آپ ﷺ بقیع سے جنازے کے بعد میرے پاس تشریف لائے' میرے سر میں شدید درد ہو رہا تھا اور میں یہ کہہ رہی تھی ہائے میرا سر گیا۔آپ ﷺ نے فرمایا: بلکہ ہائے میرا سر' اگر تم مجھ سے

پہلے مر گئیں تو تمہیں کوئی نقصان نہیں، میں خود تم کو غسل دوں گا، خود کفن دوں گا، پھر تمہارا جنازہ پڑھ کر خود دفن کروں گا''۔ [مسند احمد، ج:٦، ص:٢٢٨، سیرت ابن ہشام ج٢، ص:٣٦٦ سند قابل اعتماد ہے]

(١٤) جو شخص آدابِ غسل سے واقف ہو وہی غسل دے، بالخصوص اگر وہ قریبی رشتہ دار ہو۔ اس لئے کہ جن صحابہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیا تھا ان میں غسل دینے کی اہلیت اور قرابت داری دونو پائی جاتی تھیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

''**غسلتُ رسول اللّٰہ فجعلت انظر ما یکون من المیت، فلم ارشیئاً، وکان طیّبا حیّا ومیّتا**، صلی اللہ علیہ وسلم''۔ [ابن ماجہ: کتاب الجنائز، باب ماجاء فی غسل النبی ﷺ۔ سند صحیح ہے]

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیا، میں جسد اطہر کے بارے میں غور کررہا تھا، لیکن کوئی خلافِ معمول بات نہ ملی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم زندگی میں اور زندگی کے بعد سراپا خوشبو تھے''۔

{٣٠}...... جو آدمی غسل کی ذمہ داری اٹھائے اس کے لئے بہت بڑا اجر ہے۔ لیکن دو شرطوں کے ساتھ:

اولاً: اس کی پردہ پوشی رکھے اور اگر ناپسندیدہ بات نظر بھی آجائے تو کسی سے بیان نہ کرے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''**من غسل مسلماً فکتم علیه غفر له اللّٰه اربعین مرّة، ومن حفر له فاجنّه اُجریَ علیه کاجر مسکنٍ اسکنه ایّاه الیٰ یوم القیامة، ومن کفّنه کساه اللّٰه یوم القیامة من سندسٍ واستبرقِ الجنّة**''.

[مستدرك حاکم: کتاب الجنائز، باب فضیلة غسل المیت وتکفینه وحفرقبره، ج١ ص٣٥٤ سند بالکل صحیح ہے]

''جس نے کسی مسلمان کو غسل دیا اور اس کے عیب چھپا لئے، اللہ تعالیٰ اسے چالیس مرتبہ معاف فرما دیتا ہے۔ جس نے قبر کھود کر دفن کیا، اسے اتنا اجر ہے جیسے کسی کو تا قیامت رہائش فراہم کردی، اور جس نے کفن پہنایا اللہ تعالیٰ اسے روزِ قیامت جنت کے عمدہ ریشمی کپڑے اور کم خواب سے آراستہ فرمائیں گے''۔

ثانیاً: یہ کام صرف رضائے الٰہی کیلئے کرے، کسی قسم کا بدلہ، شکریہ یا دنیوی فائدے کا طلب گار نہ ہو۔ یہ بات شریعت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف انہی عبادات کو شرف قبولیت بخشتا ہے جو صرف اس کی رضا کے لئے ہوں۔ کتاب وسنت میں اس موضوع پر بے شمار دلائل ہیں۔ صرف دو پر اکتفا کرتا ہوں۔ ملاحظہ فرمائیں۔

﴿ قُلْ اِنَّـمآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحىٰٓ اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلاً صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَداً ﴾ [الکہف:١١٠]

''اے نبی کہو کہ میں تو ایک انسان ہوں تم ہی جیسا، میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا خدا بس ایک ہی خدا ہے، پس جو کوئی اپنے رب کی ملاقات کا امیدوار ہو اسے چاہئے کہ نیک عمل کرے اور بندگی میں اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے''۔

یعنی صرف اللہ تعالیٰ کی رضامندی مطلوب ہو۔

''اعمال کا داروں ومدار نیتوں پر ہے، ہر آدمی کو اجر نیت کے لحاظ سے ملے گا، جو اللہ اور رسول کی خاطر ہجرت کرے گا، وہ اللہ اور رسول کی خاطر ہجرت ہوگی، جو آدمی دنیوی مقصد کی خاطر ہجرت کرے گا، وہ اسے پالے گا، یا کسی عورت کی غرض سے ہجرت کرتا ہے اس سے نکاح کر لے گا، بس ہجرت اسی کھاتے ہیں ہوگی جس غرض سے کی گئی''۔

{۳۱}...... جو آدمی میت کو غسل دے اس کے لئے مناسب ہے کہ وہ خود بھی غسل کر لے۔

آپ ﷺ کا فرمان عالیشان ہے:

''من غَسل ميّتا فليغسل، ومن حمله فليتوضّأ''.

[ابی داؤد: کتاب الجنائز، باب فی الغسل من غسل المیت۔ سند صحیح ہے]

''جو کسی میت کو غسل دے وہ خود غسل کر لے اور جو اس کو اٹھائے وضو کر لے''۔

حکم دینے سے بظاہر غسل کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ لیکن دوسری دلیلوں کے سبب واجب نہیں بلکہ مستحب اور بہتر سمجھ میں آتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ:

"لیس علکم فی غسل میتکم غسل اذا غسلتموہ ' فانّ میّتکم لیس بنجس ' فحسبکم ان تغسلوا ایدیَکم".

[مستدرك حاكم: كتاب الجنائز باب من غسل الميت فليغتسل ج:١'ص:٣٨٦۔ سند قابل اعتماد ہے]

"جب میت کو غسل دو تو تم پر غسل کرنا ضروری نہیں کیونکہ تمہارے مرد نجس نہیں ہوتے' بس اپنے ہاتھ دھولو' یہ کافی ہے"۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ:

"کنّا نغسل المیت فمنّا من یغتسل ' ومنّا من لایغتسل".

[سنن الدارقطنی 'حديث: ١٩١'تاريخ بغداد'ج٥'٤٢٤ سند صحیح ہے]

"ہم میت کو غسل دیا کرتے تھے کوئی غسل کر لیتا تھا اور کوئی نہیں کرتا تھا"۔

{۳۲}......معرکہ میں قتل ہونے والے شہید کو غسل نہیں دیا جائے گا خواہ وہ حالت جنابت میں ہو۔

اس سلسلے میں کئی احادیث موجود ہیں:

(ا) حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"انہیں خون سمیت دفنا دو"۔

یہ بات آپ ﷺ نے اُحد کے دن فرمائی اور آپ نے شہداء کو غسل نہیں دیا۔

[صحيح بخاری 'كتاب الجنائز'باب من لم يغسل الشهداء]

ایک دوسری روایت میں یوں فرمایا:

"میں ان کا گواہ ہوں' انہیں خون سمیت لپیٹ دو' جو بھی اللہ کی راہ زخمی ہو جائے وہ روزِ قیامت اس حال میں آئے گا کہ خون ٹپک رہا ہوگا' رنگ تو خون والا ہوگا لیکن خوشبو کستوری کی سی ہوگی"۔

[سنن الكبرىٰ للبيهقی :ج٤'ص ٤٢٤ 'سند صحیح ہے]

ایک اور روایت میں فرمایا:

''انہیں غسل مت دو ہر زخم سے روزِ قیامت کستوری کی خوشبو بھڑ کے گی۔آپ ﷺ نے ان کی نماز جنازہ بھی ادا نہیں فرمائی''۔[مسند امام احمد: ج ۳'ص ۲۹۶۔سند صحیح ہے]

(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

نبی ﷺ ایک غزوے میں تھے۔اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت سارا مال غنیمت عنایت فرمایا۔
آپ ﷺ نے دریافت کیا۔

''کیا کوئی غیر حاضر ہے''؟

صحابہ نے کہا: ہاں! فلاں فلاں موجود نہیں۔پھر آپ نے دریافت کیا اب کوئی غیر حاضر ہے؟ انہوں نے کہا نہیں! آپ ﷺ نے فرمایا جلیبیب نظر آ رہا' اسے تلاش کرو''۔

چنانچہ وہ مقتولین میں پایا گیا' سات آدمیوں کے قریب جو حضرت جلیبیب کے ہاتھوں کے قتل ہوئے تھے' رسول اللہ ﷺ تشریف لائے' اس کے پاس کھڑے ہو کر فرمایا:

''اس نے سات آدمیوں کو قتل کیا پھر انہوں نے اسے شہید کر دیا''۔

دو تین مرتبہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''یہ میرا ہیرو ہے اور میں اس کا ہوں''۔پھر آپ ﷺ نے اپنے بازوؤں کو پھیلایا۔

[مسند الطیالسی : ۹۲٤'سنن الکبریٰ للبیهقی : ج ٤'ص ۲۱]

راوی کا بیان ہے کہ آپ نے اسے اپنے بازوؤں پر اٹھالیا' اس چار پائی صرف رسول اللہ ﷺ کے بازوں تھے۔اس کی قبر کھودی گئی اور اس میں لٹا دیا گیا' راوی نے غسل کا تذکرہ نہیں کیا۔

[صحیح مسلم'کتاب فضائل الصحابة باب من فضائل جلیبیب رضی اللّٰه عنه]

(۳) حضرت عبداللہ بن زبیرؓ احد کے روز حضرت حنظلہ بن ابی عامر رضی اللہ عنہ کی شہادت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"انّ صاحبکم تغسله الملائكة فاسألوا صاحبته" فقالت : خرج وهو جنب لمّا سمع الهائعة فقال رسول الله ﷺ:

"لذالک غسَلَتُه الملائكة".

[مستدرك حاكم:ذكرمناقب حنظله بن عبدالله رضى الله عنه ،باب ذكرشهادة حنظلة بن عبدالله جنبا وغسل الملائكة له۔ ج۳،ص ۲۰٤ ۔سند صحیح ہے]

"تمہارے ساتھی کو فرشتے غسل دے رہے ہیں۔اس کی اہلیہ سے دریافت کرو؟

اس کی (اہلیہ) نے کہا:

"وہ ندائے جہاد سنتے ہی نکل گئے۔حالانکہ وہ جنبی تھے"۔

تب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اسی لئے فرشتوں نے اسے غسل دیا ہے"۔

کفن میت

{۳۳}......میت کو غسل دینے کے بعد کفن دینا ضروری ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس محرم کے بارے میں حکم دیا تھا جسے اونٹنی نے روند ڈالا تھا کہ :

''............**وکفّنوہ**............**الحدیث**''. [مسلم: کتاب الحج'باب مایفعل بالمحرم اذا مات]

''............اور اسے کفن دو..................الحدیث''۔ [یہ حدیث مسئلہ ۷ الفقرہ ''د'' میں گزر چکی ہے]

{۳۴}......کفن یا اس کی قیمت مال میت سے لی جائے' خواہ اس کے علاوہ کچھ بھی نہ چھوڑا ہو۔

حضرت خباب بن الارت رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ:

''**هاجرنا مع رسول الله ﷺ فی سبیل الله**........................**الحدیث**''.

[صحیح بخاری : کتاب الجنائز'باب اذا لم یجد کفناالا مایواری' اوقدمیه غطی رأسه

صحیح مسلم'کتاب الجنائز'باب کفن المیت]

''صرف رضائے الٰہی کی خاطر ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مل کر اللہ کی راہ میں ہجرت کی' چنانچہ ہمارا اجر اللہ تعالیٰ کے ہاں محفوظ ہو گیا۔ ہمارے ساتھ کچھ ساتھی اس دنیا سے رخصت ہو گئے اور انہیں ہجرت سے کوئی مالی فائدہ نہ ہوا' اور انہیں میں سے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ تھے جو غزوہ احد کے روز شہید ہو گئے۔ انہوں نے ایک دھاری دار چادر کے علاوہ کچھ بھی نہ چھوڑا۔ چنانچہ اگر ہم ان کا سر ڈھاپتے تھے' تو پاؤں ننگے ہو جاتے' اور اگر پاؤں چھپاتے تو سر برہنہ ہو جاتا۔ اس موقع پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''چادر کو سر کی طرف ڈال دو''۔

ایک دوسری روایت میں ہے: ''چادر سے اس کا سر ڈھانپ دو اور پاؤں پر اذخر گھاس رکھ دو''۔

اور ہمارے دیگر ساتھیوں کے پھل خوب پکے۔ (ہجرت سے بہت مالی فائدہ ہوا) اور انہوں نے فوائد حاصل کئے''۔

{۳۵}......کفن اتنا کشادہ ہونا چاہئے جو تمام جسم کو چھپا لے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

''انّ النبی ﷺ **خطب یوماً**..............................**فلیحسن کفنه(ان استطاع)**''.

[صحیح مسلم: کتاب الجنائز 'باب فی تحسین کفن المیت]

''رسول اللہ ﷺ نے ایک دن خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے ایک صحابی کا تذکرہ فرمایا جسے وفات کے بعد نا کافی پہنا گیا اور رات کو دفن کیا گیا' چنانچہ آپ ﷺ نے سختی سے منع فرمایا کہ کسی کو رات میں دفن نہ کیا جائے' حتیٰ کہ اس کی نمازِ جنازہ ادا کی جائے۔الّا یہ کہ انسان مجبور ہو''۔

مزید فرمایا:

''جب کوئی مسلمان اپنے بھائی کو کفن دے تو اگر ممکن ہو تو اچھا کفن دے''۔

علماء کرام کہتے ہیں اچھے کفن سے مراد یہ ہے کہ صاف ستھرا ہو' موٹا ہو' سارے بدن کو چھپانے والا ہو' اور درمیانے قسم کا ہو' اچھے سے مراد ضرورت سے زیادہ مہنگا اور نفیس نہیں ہے۔

{۳۶}......اگر کفن نا کافی ہو اور دوسرا بھی میسر نہ ہو تو میت کا سر اور باقی جسم چھپا دیا جائے اور جتنا حصہ بچ جائے اس پر اذخر یا کوئی دوسری گھاس ڈال دی جائے۔جیسا کہ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ کے واقعے میں حضرت خباب بن الارت رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے:

آپ ﷺ نے اس کی چادر کے بارے میں فرمایا:

''**ضعوها ممّا یلی رأسه (وفی رواسة :غطّوا بها رأسه) وجعلوا علی رجلیه الاذخرَ**''.

''اسے سر کی طرف ڈال دو' اور پاؤں پر گھاس رکھ دو''۔(مکمل حدیث بمع حاشیہ مسئلہ۳۴ میں گزر چکی ہے)

{۳۷}......اگر کپڑے تھوڑے اور فوت شدگان زیادہ ہوں تو کئی میتوں کو ایک ہی کپڑے میں کفن دیا جاسکتا ہے۔اس طرح کہ کپڑا کاٹ کر ان پر تقسیم کر دیا جائے اور جسے زیادہ قرآن حفظ ہو قبلہ کی طرف مقدم

کردیا جائے۔حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں:

''**لمّا کان یومُ احد ' مرّ رسول اللّٰہ** ﷺ..................................**الحدیث**''.

[سنن ابی دائود : کتاب الجنائز'باب فی الشھید یغسل ۔سنن الترمذی : کتاب الجنائز'باب ماجاء فی قتلیٰ احد وذکر حمزة۔ سند قابل اعتماد ہے]

''جب غزوہ احد کا دن تھا' حضور اکرم ﷺ حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے' جن کے کان' ناک' ہونٹ کاٹ کر مسخ کردی گئی تھی' آپ ﷺ نے فرمایا:

''اگر صفیہ (حضرت حمزہ بن عبدالمطلب کی بہن) برداشت کرلیتی تو میں اس پرندوں اور درندوں کے کھانے کے لئے چھوڑ دیتا۔ اللہ تعالیٰ اسے روز قیامت پرندوں اور درندوں کے پیٹ سے اٹھاتا''۔

آپ ﷺ نے انہیں ایک چادر میں کفن دیا جس کی کیفیت یہ تھی اگر سر ڈھانپتے تو پاؤں ننگے ہوجاتے اور پاؤں چھپاتے تو سر ننگا ہوجاتا۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ان کا سر ڈھانپ دیا اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی شہید کی نماز جنازہ ادا نہیں کی''۔

مزید فرمایا: ''آج میں تمہارا گواہ ہوں''۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ:

''مقتولین زیادہ تھے اور کپڑے کم دوتین کو آپ ﷺ ایک قبر میں جمع فرمارہے تھے اور دریافت کرتے تھے قرآن کسے زیادہ حفظ ہے پھر اسے لحد میں مقدم کردیتے تھے اور دوتین کو ایک ہی کپڑے میں کفن دیا''۔

{۳۸}......جن کپڑوں میں شہادت نصیب ہوا نہیں اتارنا نہیں چاہئے بلکہ انہیں اسی طرح دفن کردینا چاہئے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے احد کے شہداء کے بارے میں فرمایا:

''**زمّلــوھم فــی ثــیابھم**''. [احمد: ج ۵'ص ۴۳۱ سند قابل اعتماد ہے]

''انہیں انہی کپڑوں میں لپیٹ دو''۔

{۳۹}......شہید کو اس کے کپڑوں کے اوپر سے ایک یا ایک سے زیادہ کپڑوں میں کفن دینا چاہئے۔

جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو کفن دیا۔ حدیث مسئلہ نمبر ۳۴ میں گذر چکی ہے۔

{۴۰}......محرم کو انہی دو کپڑوں میں کفن دیا جائے گا جن میں اس کی موت واقع ہوئی، جس محرم کو اونٹنی نے روند ڈالا تھا اس کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا:

''..................**وکفّنوہ فی ثوبیہ (الّذین احرم فیھما** ....'')

''اسے انہیں دو کپڑوں میں کفن دو''۔ (جن دو کپڑوں میں احرام باندھا ہے) یہ حدیث مسئلہ نمبر ۱۷ میں مذکور ہے۔

{۴۱}......کفن میں مندرجہ ذیل باتوں کا خیال رکھا جائے:

(۱) سفید ہو۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''**اِلبسوا من ثیابکم البیاض، فانّھا خیرٌ ثیابکم، وکفّنوا فیھا موتاکم**''.

[سنن ابی داؤد: کتاب الطب، باب الامر بالکحل/سنن الترمذی، کتاب الجنائز، باب ماجاء ما یستحب من الاکفان۔ سند بالکل صحیح ہے]

''سفید کپڑے پہنا کرو یہ تمہارا بہترین لباس ہے۔ اور اسی میں مردوں کو کفن دیا کرو''۔

(۲) تین کپڑے ہونے چاہئیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ارشاد فرمایا:

''**انّ رسول اللّٰہ ﷺ کفّن فی ثلاثۃ اثواب یمانیۃ بیضٍ سحولیۃ، کرسفٍ، لیس فیھن قمیص، ولا عمامۃٌ**[1] **(ادرج فیھا ادراجا)**''.[2]

[1] [صحیح بخاری: کتاب الجنائز، باب الثیاب البیض للکفن/صحیح مسلم: کتاب الجنائز باب فی کفن المیت]

[2] [مسند امام احمد: ج٦، ص٤٠-١١٨-١٣٢-٢٠٣]

''رسول اللہ ﷺ کو تین سفید سوتی سحولی چادروں میں کفن دیا گیا، اس میں نہ قمیص تھی اور نہ پگڑی،

آپ ﷺ کوان میں اچھی طرح لپیٹ دیا گیا''۔

(۳) اگر ہو سکے تو ایک ہلکی دھادار چادر شاملِ کفن ہو۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ:

''اذا توفّی احدکم فوجد شیئاً فلیکفّن فی ثوب حبرةٍ''.

[سنن ابی داؤد: کتاب الجنائز' باب الکفن۔ سند بالکل صحیح ہے]

''جب تمہاری کوئی فوت ہو جائے' اگر مل جائے تو کفن میں ایک دھاری دار چادر کر لی جائے''۔

(۴) اسے تین مرتبہ خوشبوی کی دھونی دی جائے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ:

''اذا اجمرتم المیّت' فاجمروہ ثلاثا''.

[مسند امام احمد: ج۳' ص ۳۳۱/مستدرك حاکم: ج ۱' ص ۳۵۵ سند بالکل صحیح ہے]

''جب تم میت کو خوشبو کی دھونی دو تو تین مرتبہ دو''۔

اس حکم میں محرم شامل نہیں ہے کیونکہ جس محرم صحابی کو اونٹنی نے روندا تھا اس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''............اور اسے خوشبو نہ لگاؤ............''۔ (مفصل حدیث مسئلہ ۱۷ میں ملاحظہ ہو)

مہنگا کفن استعمال کرنا جائز نہیں اور نہ ہی تین کپڑوں سے زیادہ' اس لئے کہ یہ طریقہ رسول اللہ کے کفن کے خلاف ہے۔ جیسا کہ مسئلہ ۱۴ میں مذکور ہے اور اس میں مال کا ضیاع ہوتا ہے۔ شرعاً بھی ممنوع ہے خاص طور پر جبکہ زندہ اس کا زیادہ حق دار ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

''انّ اللّٰہ کرہ لکم ثلاًثاً: قیل وقال ' واضاعة المال وکثرة السّؤال ''.

[صحیح بخاری: کتاب الاستقراض' باب ما ینهی عن اضاعة المال/صحیح مسلم: کتاب الاقضیة با النهی عن کثرة المسائل]

''اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے تین باتیں منع فرمائی ہیں: فضول باتیں کرنا' مال ضائع کرنا اور خواہ مخوا سوال کرنا''۔

علامہ ابو الطیب نواب صدیق حسن خان نے ''الروضۃ الندیۃ'' ج۱' ص ۱۶۵ میں جو فرمایا ہے مجھے اس مناسبت سے ذکر کرنا اچھا لگتا ہے:

’’تعداد میں زیادہ یا مہنگا کفن استعمال کرنا کوئی اچھی بات نہیں‘ اگر شرعی حکم نہ بھی ہوتا تب بھی وہ مال ضائع کرنے کے حکم میں شامل تھا‘ اس لئے کہ نہ تو میت کو فائدہ پہنچتا ہے اور نہ ہی زندہ رہنے والوں کو فائدہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ذات پر رحمت کی بارش کرے۔ جب ان سے کپڑوں میں سے کفن کا دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا: ’’نئے کپڑے کا زندہ زیادہ مستحق ہے۔ بس پرانا ہی کافی ہے‘‘۔

[حضرت ابوبکرؓ کا قول امام بخاری نے بھی نقل کیا ہے ملاحظہ ہو ۔صحیح بخاری : کتاب الجنائز‘ باب موت یو م الاثنین]

عورت کا کفن مرد کی طرح ہوگا کیونکہ فرق کی کوئی دلیل نہیں‘‘۔

[عورت کے کفن کے بارے میں ایک حدیث سنن ابی دائود : کتاب الجنائز باب فی کفن المرأة اور اسی سند سے امام احمد بن حنبل نے مسند احمد : ج ۱‘ ص ۳۸۰ میں نقل کی ہے۔ سند میں دو اشکال ہیں:]

(۱) راوی نوح بن حکیم کو اہل علم کے ایک گروہ نے ضعیف قرار دیا ہے جبکہ ای دوسر گروہ ثقہ قرار دیتا ہے۔ اگر راوی کو ضعیف شمار کر لیا جائے تو حدیث ضعیف اور نا قابل عمل ہو جاتی ہے ورنہ قابل عمل ہے۔

(۲) سند کا ایک دوسرا راوی ’’داوٗد‘‘ مجہول ہے جس کے بارے میں شدید اشکال موجود ہے۔ لہٰذا محتاط ترین اہل نے اس دوسرے سبب کی بنا پر حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔ ملاحظہ ہو: نصب الرایۃ : ج ۲‘ ص ۲۵۸۔

اہل علم کی ایک محدود تعداد نے حدیث کو حسن قرار دے کر قابل عمل سمجھا ہے۔ ملاحظہ ہو عون المعبود: ج ۳‘ ص ۷۱ علمی اصولوں کے لحاظ سے پہلے گروہ کی رائے وزنی معلوم ہوتی ہے اور یہی رائے امام الالبانی نے پیش کی ہے]

جنازہ اٹھانا اوراس کے ساتھ جانا

{۴۴}......جنازہ لے جانا اوراس کے ساتھ جانا واجب ہے' اور یہ ایک مسلمان کا اپنے مسلمان بھائیوں پر حق ہے۔اس موضوع پر کئی احادیث ہیں صرف دو کا تذکرہ کرتا ہوں:

الاول: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''حق المسلم علی المسلم (وفی روایة :یجبُ للمسلم علیٰ اخیه) خمسٌ: ردّ السّلام' وعیادة المریض' واتّباع الجنائز' واجابة الدّعوة' وتشمیت العاطس''.

[صحیح بخاری: کتاب الجنائز' باب الامر باتباع الجنائز/صحیح مسلم: کتاب السلام باب من حق المسلم علی المسلم رد السلام]

''ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان پر پانچ حق ہیں:

(۱) سلام کا جواب دینا۔ (۲) مریض کی عیادت کرنا۔

(۳) جنازے کیساتھ جانا۔ (۴) دعوت قبول کرنا۔

(۵) چھینکنے والے کا جواب دینا''۔

الثانی: دوسرا ارشاد گرامی یوں ہے:

''عودوا المریض واتّبعوا الجنائز' تذکّرکم الآخرة''.

[مصنف ابن ابی شیبة: ج ٤' ص ٣/صحیح ابن حبان: حدیث ۷۰۹ سند قابل اعتماد ہے]

''مریض کی عیادت کرو' اور جنازوں کے ساتھ جاؤ' یہ تمہیں آخرت یاد دلائیں گے''۔

{۴۵}......جنازے کے ساتھ جانے کی دو صورتیں ہیں:

ا:۔ گھر سے لے کر نماز تک ساتھ جانا۔

ب:۔ گھر سے لے کر دفن سے فراغت تک' دونوں صورتوں پر آپ ﷺ نے عمل فرمایا ہے۔حضرت ابوسعید

خدری رضی اللہ عنہ رایت بیان کرتے ہیں کہ:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ منورہ تشریف آوری کے بعد جب کسی مسلمان کی موت کا وقت قریب ہوتا تو ہم آپ کو اطلاع کر دیتے ۔ آپ تشریف لاتے اور اس کے حق میں استغفار کرتے، حتیٰ کہ اس کی روح پرواز کر جاتی ، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ دفن تک رک جاتے ۔ بسا اوقات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیر تک رکنا پڑتا ۔ جب ہمیں اندیشہ ہوا کہ اس سے آپ کو مشقت ہوتی ہے تو کچھ صحابہ نے باہمی مشورہ کیا کہ ہم کسی کی اطلاع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت تک نہ دیں جب تک کہ اس کی روح پرواز نہ کر جائے، اور اس کی وفات کے بعد اطلاع کر دیں، اس صورت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ مشقت ہوگی اور نہ رکنا پڑے گا، پھر ہم نے یہ طریقہ اختیار کر لیا، ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو (مریض کی) موت واقع ہونے کے بعد اطلاع کرتے تھے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے اور اس کی نماز جنازہ ادا فرماتے، بسا اوقات فوراً پلٹ جاتے اور کبھی دفن تک رک جاتے، یہی طریقہ کار کافی وقت جاری رہا۔ پھر ہم نے مشورہ کیا کہ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر کے پاس ہی اس کی نماز ادا کر دیں تو اس میں آپ کے لئے مزید آسانی ہوگی، پھر آج تک یہ ہی طریق کار رہا''۔

[مستدرک حاکم: ج ۱ص ۳۵۳ صحیح ابن حبان: حدیث ۷۵۳ سند صحیح ہے]

{۴۶}...... بلاشبہ دوسری صورت پہلی سے افضل ہے۔

کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

''جو آدمی گھر سے جنازے کے ساتھ رہے (دوسری روایت میں ہے جو مسلمان کے جنازے کے ساتھ ایمان اور اجر کی نیت سے چلے حتیٰ کہ نماز سے فارغ ہو جائے تو اس کے لئے ایک قیراط اجر ہے اور جو دفن تک ساتھ رہے (دوسری روایت میں ہے فارغ ہونے تک) اس کیلئے دو قیراط اجر

ہے۔رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا۔دو قیراط کتنے ہوتے ہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: دو بڑے پہاڑوں جتنے"۔(ایک دوسری روایت میں ہے: ہر قیراط احد پہاڑ جتنا)

[صحیح بخاری:کتاب الجنائز ' باب من انتظر حتی تدفن'وباب فضل اتباع الجنائز/صحیح مسلم : کتاب الجنائز 'باب فضل الصلوٰۃ علی الجنازۃ واتباعھا / سنن النسائی کتاب الجنائز 'باب فضل الصلوٰۃ علی الجنازۃ]

{۴۷}......جنازے کے ساتھ رہنے کا یہ اجر صرف مردوں کے لئے ہے عورتوں کے لئے نہیں' اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کو جنازے کے ساتھ جانے سے روکا ہے اور یہ نہی نہی تنزیہ کے طور پر ہے۔

[نہی تنزیہ سے مراد یہ ہے کہ یہ فعل نہ کرنا بہتر ہے لیکن اگر کر لیا جائے تو گناہ نہیں]

حضرت امّ عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ:

"كنّا نُنهىٰ (وفی رواية :نهانا رسول اللّٰه ﷺ) عن اتباع الجنائز وله يعزم علينا".

[صحیح بخاری:کتاب الجنائز'باب اتباع النساء الجنازۃ/صحیح مسلم :کتاب الجنائز'باب نھی النساء عن اتباع الجنائز]

"ہمیں جنازے کے ساتھ جانے سے روکا جاتا تھا (ایک روایت میں ہے:ہمیں رسول اللہ ﷺ نے روکا تھا) لیکن سختی سے نہیں"۔

{۴۸}......شرعاً ممنوع امور جنازے کے ساتھ لے جانا جائز نہیں۔اس طرح کی دو باتوں کے متعلق تو شرعی حکم موجود ہے۔

ا:۔ روتے ہوئے آواز بلند کرنا۔ ب:۔ اس کے ساتھ دھونی لے چلنا۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

"لاتُتبَع الجنائز بصوتٍ ولانارٍ".

[سنن ابی داؤد: کتاب الجنائز'باب فی اتباع المیت بالنار/مسند امام احمد:ج۲'ص۴۲۸ سنداً گرچہ کمزور ہے لیکن دیگر مرفوع احادیث'عمل صحابہ اور قرائن سے یہ حدیث قابلِ عمل بن جاتی ہے]

''جنازے کے ساتھ آگ اور آواز نہ جائے''۔

{۴۹}......اسی طرح جنازے کے آگے بلند آواز سے ذکر کرنا بھی بدعت ہے۔حضرت قیس بن عبادہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ:

''كان اصحاب النبى ﷺ يكرهون رفع الصوت عند الجنائز''.

[سنن الكبرىٰ للبيهقى: كتاب الجنائز' باب كراهية رفع الصوت فى الجنائز۔ سند صحیح ہے]

''نبی کریم ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم جنازوں کے پاس بلند آواز میں ناپسند فرماتے تھے''۔

اور اس لئے بھی کہ یہ عیسائیوں سے مشابہت ہے۔ کیونکہ وہ اس موقع پر بلند اور غمگین آواز سے گا گا کر انجیل اور دوسرے اذکار پڑھتے ہیں۔ اس سے بھی کہیں بدتر یہ ہے کہ بعض اسلامی ملکوں میں کافروں کی تقلید کے طور پر آلاتِ موسیقی پر غمناک راگ گائے جاتے ہیں۔

(اللہ تعالیٰ اپنے خاص فضل وکرم سے ایسے فتنوں سے محفوظ رکھے)

﴿......آمین......﴾

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب الاذکار کے صفحہ ۳۰۲ میں لکھا ہے کہ:

''صحیح اور مختار بات یہ ہے کہ جنازے کے ساتھ بالکل خاموشی سے چلا جائے۔ جیسا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ اور دیگر سلف صالحین کرتے تھے' قرأت قرآن' ذکر یا کسی دوسری چیز کو بآواز بلند نہ پڑھا جائے۔ اس کی حکمت بالکل واضح ہے' آدمی کے خیالات وافکار پرسکون مجتمع رہتے ہیں۔ وہ جنازے اور موت کے بارے میں غور کرسکتا ہے۔ اور یہی بات اس موقع پر مطلوب ہوئے' اور یہی صحیح ہے۔ اس حکم کے مخالفین کی کثرت سے دھوکہ نہیں کھانا چاہئے''۔

حضرت ابوعلی الفضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''راہ ہدایت پر گامزن رہو ساتھی کم بھی ہوں تو فکر کی بات نہیں۔ گمراہی کے راستے سے دور رہو' اور

اس بات سے دھوکہ نہ کھاؤ کہ کتنی بڑی اکثریت اس راہ میں تباہ ہورہی ہیں''۔

اس کی تائید قیس بن عبادۃ کے سابق قول سے بھی ہوتی ہے۔ البتہ نادان لوگ جو بھی کرتے ہیں خواہ وہ اس موقع پر قرآن پڑھیں یا ذکر کریں' اجماع امت سے یہ کام حرام ہے''۔

{۵۰}...... جنازہ تیزی سے لے جانا چاہئے' اس طرح چلا جائے جو دوڑنے سے کم ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

''اسرعوا بالجنازة فان تک صالحة فخير تقدّمونها عليه وان تكن غير ذلک فشرّ تضعونه عن رقابكم''.

[صحيح بخاری' كتاب الجنائز' باب السرعة بالجنازة/صحيح مسلم كتاب الجنائز' باب الاسراع بالجنازة]

''جنازہ جلدی لے جاؤ' اگر نیک ہے تو ایک بہتر چیز کو اس کی جگہ تک پہنچارہے ہو' اور اگر ایسا نہیں (بُرا ہے) تو ایک شر کو اپنی گردنوں سے اتاردو گے''۔

میں یہ کہتا ہو کہ صیغۂ امر سے حکم واجب کا درجہ اختیار کر لیتا ہے۔ اور یہی رائے امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ کسی دلیل سے اس کو مستحب قرار نہیں دیا جاسکتا۔ لہٰذا اسی رائے کو ہم نے اختیار کیا ہے۔

[المحلیٰ لابن حزم: ج۵' ص۱۵۴-۱۵۵]

امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے زاد المعاد میں ارشاد فرمایا کہ:

''اس دور میں لوگ (جنازہ لے کر) قدم قدم چلتے ہیں۔ یہ بہت بری بدعت ہے اس میں سنت کی مخالفت ہے اور اہل کتاب یہود کی مشابہت بھی''۔

{۵۱}...... جنازے کے آگے پیچھے' دائیں بائیں ہر طرف چلنا جائز ہے بشرطیکہ قریب رہے البتہ سوار پیچھے ہی رہے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

''سوار جنازے کے پیچھے چلے پیدل چلنے والا چاہے (پیچھے' آگے' دائیں' بائیں بشرطیکہ

قریب رہے) بچے کی نماز جنازہ ادا کی جائے گی (اور اس کے والدین کے حق میں مغفرت ورحمت کی دعا ہوگی)''۔

[سنن ابی داؤد'کتاب الجنائز' باب المشی امام الجنائز / سنن النسائی 'کتاب الجنائز'باب الراکب من الجنازة وبا الماشی من الجنازة / سنن الترمذی ' کتاب الجنائز باب ماجاء فی الصلوٰة علی الاطفال ۔ سند صحیح ہے]

{۵۲}...... جنازے کے آگے اور پیچھے چلنا' دونوں صورتیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں:

''**انّ رسول اللّٰه ﷺ وابابکرٍ وعمر کانوا یمشون امام الجنازة وخلفها**''.

[الطحاوی: ج ۱'ص ۲۷۸'سند بالکل صحیح هے]

''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما جنازے کے آگے چلتے تھے اور پیچھے بھی''۔

جنازے کے پیچھے چلنا افضل ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کا یہی تقاضا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''**واتّبعوا الجنائز**''. [بخاری ومسلم: تفصیلی حوالہ ملاحظہ فرمائیں مسئلہ۴۴]

''جنازوں کے پیچھے چلو''۔

اس معنی کی تائید حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ قول کرتا ہے کہ:

''**المشی خلفها افضل من المشی امامها' کفضل صلاة الرّجل فی جماعة علی صلاته فذّا**''. [مصنف ابن ابی شیبه: ج ٤'ص ۱۰۱ سند قابل اعتماد ہے]

''جنازے کے پیچھے چلنا آگے چلنے سے اتنا ہی بہتر ہے جتنا تنہا کی بجائے جماعت سے نماز ادا کرنا بہتر ہے''۔

{۵۴}......سوار ہو کر جانا جائز ہے بشرطیکہ پیچھے چلے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے واضح ہے:

''**الرّاکب یسیر خلف الجنازة**''. [تفصیلی حوالہ مسئلہ ۵۱ کے حاشیے پر ملاحظہ فرمائیں]

''سوار ہونے والا جنازے کے پیچھے چلے''۔

لیکن پیدل چل کر جانا افضل ہے اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ کا یہی معمول تھا' سوار ہوکر جانا آپ سے ثابت نہیں بلکہ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

''رسول اللہ ﷺ ایک جنازے کے ساتھ جارہے تھے' سواری پیش ہوئی آپ نے سوار ہونے سے انکار فرمادیا جب واپس ہوئے تو دوبارہ سواری پیش ہوئی تو آپ سوار ہوگئے'' جب آپ ﷺ سے دریافت کیا گیا تو فرمایا: فرشتے پیدل چل رہے تھے۔ان کے چلتے ہوئے مجھے سوار ہونا گوارا نہ تھا' اور جب وہ چلے گئے تو میں سوار ہو گیا''۔

[سنن ابی دائود' کتاب الجنائز'باب الرکوب فی الجنازة/سنن الترمذی ۔کتاب الجنائز'باب ماجاء فی کراھیة الرکوب خلف الجنازة۔ حدیث بالکل صحیح ہے]

{۵۵}......جنازے سے واپسی سوار ہوکر آنا بلا کراہت جائز ہے۔جیسا کہ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بالا حدیث سے ثابت ہے۔اسی طرح حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

''رسول اللہ ﷺ نے ہماری موجودگی میں ابن الدحاح کی نمازِ جنازہ ادا فرمائی ۔(دوسری روایت میں ہے: آپ ابن الدحاح کے جنازے کے لئے پیدل نکلے) پھر بغیر زین کے گھوڑا پیش کیا گیا' جسے ایک آدمی نے تھام رکھا تھا' واپسی پر آپ اس پر سوار ہوگئے اور اسے دھیمے دھیمے چلا رہے تھے اور ہم آپ کے پیچھے پیچھے دوڑ رہے تھے۔ایک آدمی نے آپ ﷺ کا یہ قول نقل کیا ہے:

''جنت میں کتنے ہی پھلوں کے خوشے ابن الدحداح کے لئے لٹک رہے ہیں''۔

{۵۶}......جنازے کو بکتر بند یا میت گاڑی پر لے جانا۔اور شرکاء کا گاڑی میں سوار ہوکر جانا۔شرعاً یہ صورت بالکل جائز نہیں۔جس کے مندرجہ ذیل اسباب ہیں:

(۱) یہ کفار کی عادت ہے جبکہ یہ بات شرعاً ثابت ہے کہ ان کی تقلید جائز نہیں۔اس موضوع پر کئی ایک احادیث موجود ہیں۔انہیں میں نے اپنی کتاب ''حجاب المرأة المسلمة فی الکتاب والسنة'' میں تفصیل سے ذکر کیا

ہے۔ چند ایک میں تو یہ حکم موجود ہے کہ کفار کی عبادات' عادات اور رسم ورواج کی مخالفت کی جائے۔ اور چند ایک سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کفار کی مخالفت فرمائی تھی۔ تفصیلات مذکورہ کتاب میں دیکھ لیں۔

(۲) جنازہ اٹھا کر لے جانے کی سنت کے مقابلے میں یہ ایک بدعت ہے۔ اس طرح کی تمام بدعتیں گمراہی ہیں۔

(۳) جنازے کو اٹھانے اور اس کے ساتھ ساتھ چلنے کا مقصود "آخرت کی یاددہانی" ختم ہو جاتا ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان اس فصل کی ابتداء میں گزر چکا ہے۔ جنازوں کے پیچھے چلو یہ تمہیں آخرت یاد دلائیں گے۔ میں کہتا ہوں: اس صورت میں جنازے لے جانے سے سارا مقصد یا اس کا اکثر حصہ فوت ہو جاتا ہے اور یہ بات بھی اہل بصیرت پر عیاں ہے کہ جنازے کو گردنوں پر اٹھا کر لے جانے سے اور ساتھ چلنے والوں کو اسے اس حال میں دیکھنے سے جو موت کی یاد اور نصیحت پیدا ہوتی ہے وہ گاڑیوں میں لے جانے سے نہیں پیدا ہو سکتی۔ اور میری اس بات میں مبالغہ نہیں ہے کہ اہل یورپ نے موت کے خوف' مادہ پرستی کے غلبے' اور انکارِ آخرت کی وجہ سے یہ طریقہ اختیار کیا ہے۔

(۴) اس وجہ سے بہت سارے لوگ جنازے کے ساتھ جانے اور اجر عظیم سے محروم رہ جاتے ہیں۔ جس کی فضیلت مسئلہ ۴۵ میں ذکر ہو چکی ہے۔ کیونکہ ہر آدمی تو گاڑی کا انتظام کر کے اس کے ساتھ نہیں جا سکتا۔

(۵) شریعت مطہرہ نے جس طریق کار اور انداز کو پسند فرمایا ہے اس کے ساتھ اس طریق کار کا دور یا نزدیک کوئی تعلق نہیں۔ اور خاص طور پر موت جیسے اہم معاملے میں۔ سچی بات کہتا ہوں کہ اگر صرف یہی وجہ مخالفت ہوتی تب بھی یہ طریق کار قبول نہیں کیا جا سکتا۔ کجا یہ کہ اس میں بہت سارے دوسرے مفاسد بھی پائے جاتے ہیں جن کا تذکرہ نہیں کر رہا۔

[جو کچھ شیخ صاحب نے فرمایا ہے برحق ہے لیکن بعض اضطراری حالات میں اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے۔ مثلاً بڑے شہروں میں جہاں قبرستان کافی دور ہیں۔ بغیر سواری یعنی بس وغیرہ پہنچنا مشکل ہے۔ وہ حالت اس سے مستثنیٰ سمجھنی چاہئے۔]

﴿......ولا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا ۔ابو محمد الراشدی ......﴾

{۵۷(ا)}...... جنازے کے لئے کھڑا ہونا منسوخ ہے۔اس کی دوصورتیں ہیں:

ا:۔ جب جنازہ گزرے تو بیٹھے ہوئے آدمی کھڑے ہوجائیں۔

ب:۔ جب جنازہ قبر تک پہنچ کر زمین پر رکھ دیا جائے اس وقت تک ساتھ جانے والوں کھڑے رہنا۔

اس کی دلیل حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ہے:۔

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنازے کے لئے کھڑے ہوئے تو ہم بھی کھڑے ہوگئے۔پھر آپ بیٹھ گئے تو ہم بھی بیٹھ گئے''۔[صحیح مسلم: کتاب الجنائز'باب نسخ القیا م للجنازة]

اوران الفاظ میں بھی روایت ہے:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنازے کی خاطر کھڑے ہوگئے تھے پھر بعد میں بیٹھنا شروع کردیا''۔

[مؤطاامام مالك :کتاب الجنائز باب الوقوف للجنازة ۔سند قابل اعتماد ہے]

ایک دوسرے لفظوں میں یوں ہے:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں جنازوں کی خاطر کھڑے ہونے کا حکم دیا تھا بعد میں آپ خود بیٹھے رہے اور ہمیں بھی بیٹھے رہنے کا حکم دیا''۔[مسند الطحاوی : ج ۱'ص ۲۸۲ سند قابل اعتماد ہے]

{۵۷(ب)}...... جو بھی میت اٹھائے اسے وضو کر لینا مناسب ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''من غسل میّتافلیغسل ' ومن حمله فلیتوضّا''. [تفصیلی حوالہ مسئلہ:۳۱]

''جو میت کو غسل دے اسے خود غسل کر لینا چاہئے۔اور جو اسے اٹھائے اسے بھی وضو کر لینا چاہئے''۔

نماز جنازہ

{۵۸}......مسلمان میت کی نماز جنازہ ادا کرنا فرض کفایہ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم کئی احادیث میں موجود ہے۔ان میں سے حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث بیان کرتا ہوں:

''ایک صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر کے دن وفات پا گئے۔ساتھیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تذکرہ کیا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے ساتھی کی نمازِ جنازہ ادا کرو' اس حکم سے لوگوں کے چہرے اتر گئے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے ساتھی نے مالِ غنیمت میں بددیانتی کی ہے''
جب ہم نے ان کے سامان کی تلاشی لی تو یہودیوں کا ایک موتی نکلا جس کی قیمت دو درہم بھی نہیں تھی''۔

[مؤطا امام مالك :كتاب الجهاد'باب ماجاء فى الغلول /سنن ابى داؤد :كتاب الجهاد'باب ماجاء فى تعظيم الغلول ۔ سند صحیح ہے]

{۵۹}......اس حکم سے دو طرح کے آدمی مستثنیٰ ہیں:ان کی نماز جنازہ ادا کرنا فرض نہیں:

اول: نابالغ بچہ اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فرزند ابراہیم رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ نہیں ادا کی۔ حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ:

''**مات ابراهيم بن النبى صلى الله عليه وسلم وهو ابن ثمانية عشراً شهراً' فلم يصلّ عليه رسول الله صلى الله عليه وسلم**''. [سنن ابى داؤد:كتاب الجنائز'باب فى االصلوٰة على الطفل ۔سند قابل اعتماد ہے]

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند ابراہیم نے اٹھارہ ماہ کی عمر میں وفات پائی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نماز جنازہ نہیں ادا کی''۔[لیکن اس حدیث سے بچہ پر نمازِ جنازہ کی ممانعت ثابت نہیں ہوتی (مترجم)]

دوم: شہید' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہداء احد اور دیگر شہدا کی نماز جنازہ ادا نہیں فرمائی جس کے تفصیلات گزر چکی ہیں۔ ملاحظہ ہو مسئلہ ۳۸۔

لیکن اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ان دونوں پر نمازِ جنازہ پڑھنا مشروع نہیں ہے اگر چہ واجب نہیں جیسا کہ درج ذیل مسئلہ میں موجود ہے۔

حسب ذیل افراد کی نمازِ جنازہ ادا کرنا شرعاً ثابت ہے:

''............والطّفل (وفی روایة:السقط)یصلّی علیه ' ویدٗعیٰ لوالدیه بالمغفرة والرّحمة''. [سنن ابی داؤد: کتاب الجنائز'باب المشی امام الجنازة۔ حدیث قابل اعتماد ہے]

''بچے کی نمازِ جنازہ ادا کی جائے گی (اور ایک دوسری روایت میں نا تمام بچے کے لفظ ہیں) اور اس کے والدین کے لئے مغفرت ورحمت کی دعا کی جائے گی''۔

اور یہ بات بھی ظاہر ہے کہ ''نا تمام'' سے مراد وہ بچہ ہے جس کے چار ماہ مکمل ہو چکے ہوں' اور اس میں روح پھونکی گئی ہو' پھر وفات پائے۔ البتہ اس سے پہلے کی صورت میں نماز ادا نہیں ہوگی' اس لئے کہ وہ میت کہلا ہی نہیں سکتا۔ اس بات کی وضاحت حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت سے ہوتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''انّ خلق احدکم یجمع فی بطن اربعین یوماً'ثمّ یکون علقةً مثل ذٰلک'ثمّ یکون مضغة مثل ذٰلک ' ثمّ یبعث الیه ملکا......ینفخ فیه الرّوح''.

[صحیح مسلم: کتاب القدور 'باب کیفیة خلق الآدمی فی بطن امه/صحیح بخاری: کتاب القدور'باب فی القدور'مزید متعدد ابواب ہیں]

''تمہاری پیدائش کا طریق کار یہ ہے کہ چالیس دن تک وہ ماں کے پیٹ میں نطفے کی شکل میں رہتا ہے۔ پھر اتنے ہی دن تک لوتھڑے کی شکل میں' پھر اتنے ہی دن تک بوٹی کی طرح رہتا ہے' پھر ایک فرشتہ بھیج دیا جاتا ہے جو اس میں روح پھونکتا ہے''۔

۲۔ شہید اس بارے میں کئی احادیث ہیں۔ چند ایک کا تذکرہ کرتا ہوں۔۔

(ا) حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

''انّ رسول اللّٰه امر یوم احد بحمزة فسجّی ببُردة ' ثمّ صلّی علیه فکبّر تسع تکبیرات' ثم اُتی بالقتلیٰ یصفّون'ویصلّی علیهم'وعلیه معهم''.

[معانی الآثارللطحاوی:ج ۱'ص ۲۹۰۔سند صحیح ہے]

''رسول اللہ ﷺ نے احد کے دن حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو چادر سے چھپا دینے کا حکم دیا' آپ نے حضرت حمزہ کی نو تکبیروں سے نماز جنازہ ادا فرمائی' پھر دوسرے شہداء باری باری لائے گئے۔آپ ﷺ نے ان کی بھی نماز ادا فرمائی اوران کے ساتھ ساتھ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بھی نماز ادا فرمائی''۔

(۲) حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ:

''ایک دن نبی کریم ﷺ احد تشریف لے گئے' آپ نے شہداء احد کی آٹھ سال کے بعد نماز جنازہ ادا فرمائی' (گویا آپ ﷺ زندوں اور مردوں کو الوداع کہہ رہے تھے) پھر آپ منبر پر تشریف لائے اور حمد وثنا کے بعد فرمایا:

میں تم سے پہلے جانے والا ہوں' میں تمہارا گواہ ہوں۔(اب ملاقات حوض کوثر پر ہوگی)بخدا! میں اس وقت اپنی حوض کو دیکھ رہا ہوں اس کی چوڑائی ایلہ سے الجفہ تک ہے۔مجھے زمین کے خزانوں کی چابیاں عطا کر دی گئی ہیں۔بخدا! مجھے اپنے بعد تمہارے شرک کا اندیشہ نہیں البتہ دنیا کے بارے میں اندیشہ ضرور ہے کہ تم اس کی دوڑ میں لگ جاؤ (اوراس بات کا بھی اندیشہ ہے کہ تم آپس میں لڑ کر ہلاک ہوجاؤ جیسے تم سے پہلے لوگ ہوئے تھے)۔(راوی کا بیان ہے کہ یہ میں میں نے رسول اللہ ﷺ آخری بار دیدار کیا)

[صحیح بخاری: کتا ب الجنائز 'باب الصّلوٰة علی الشهید' اضافے امام بخاریؒ نے متعدد مقامات پر ذکر کئے ہیں۔ البتہ امام مسلم نے حدیث تفصیل سے نقل کی ہے۔ملاحظہ ہو۔صحیح مسلم: کتاب الفضائل۔ باب اثبات حوض نبیّنا ﷺ وصفاته]

(۳) جس مسلمان کو کسی حد کی وجہ سے قتل کر دیا جائے۔[کسی جرم پر شرعی قانون کے مطابق جو سزا دی جائے اسے حد کہتے ہیں]

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔

''قبیلہ جہنیہ کی ایک عورت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی' جو زنا کی وجہ سے حاملہ تھی' اس نے درخواست کی: یا رسول اللہ ﷺ مجھ سے ایک ایسا قصور ہوا ہے جس کی وجہ سے حد لگتی ہے' لہٰذا آپ نافذ فرما دیں۔ آپ ﷺ نے اس کے سرپرست رشتہ دار کو بلا کر فرمایا۔ اس کے ساتھ اچھا سلوک کرو' جب وضع حمل سے فارغ ہو جائے تو میرے پاس لے آنا' چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ رسول اللہ ﷺ کے حکم سے اس کے کپڑے اچھی طرح باندھ دیئے گئے' پھر ہی کے حکم اسے رجم کر دیا گیا۔ آپ ﷺ نے اس کی نمازِ جنازہ ادا فرمائی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا' آپ زانیہ کی بھی نمازِ جنازہ ادا فرمائیں گے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس نے تو ایسی توبہ کی ہے کہ اگر ستر اہل مدینہ پر تقسیم کر دی جائے تو سب پر کفایت کر جائے۔ صرف اللہ کے خوف سے جان پیش کر دینے والی سے بہتر کسی کی توبہ تم نے دیکھی ہے''۔

[صحیح مسلم: کتاب الحدود' باب من اعترف علیٰ نفسه بالزنیٰ]

ایسا بدکردار جو گناہ اور محرمات میں غرق ہو' جیسے نماز روزہ کا تارک' بشرطیکہ اسے واجب سمجھتا ہو۔ زانی' شرابی اور ایسے ہی دوسرے گناہ گار' ان کی نہ نماز جنازہ ادا کی جائے گی' البتہ اہل اور پرہیزگار لوگوں کو بطور سزا نماز جنازہ نہیں ادا کرنی چاہئے تاکہ دوسروں کو نصیحت ہو۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے کیا' اس کے بارے میں کئی احادیث ہیں۔ صرف حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث پر اکتفا کرتا ہوں:

''كان رسول الله ﷺ اذا دعى لجنازة يسأل عنها' فان اثنى عليها خير قام فصلّى عليها' فان اثنى عليها خير قام فصلّى عليها ' فان اثنى عليها غير ذلک قال لاهلها''شأنكم بها''ولم يصل عليها''.

[مسند امام احمد: ج٥' ص٣٩٩/مستدرك الحاكم: ج١' ص٣٦٤۔ سند بالکل صحیح ہے]

''جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی کا جنازہ ادا کرنے کی درخواست کی جاتی تو آپ اس کے بارے میں دریافت فرماتے۔ اگر اچھی رائے بیان ہوتی تو جنازہ ادا فرما دیتے' اور اگر اس کے متعلق اچھی رائے نہ ہوتی تو اس کے اہل خانہ سے فرماتے ''خود ہی پڑھ لو'' اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود نماز ادا نہ فرماتے''۔

(۵) ایسا مقروض جو اتنا مال نہ چھوڑے جس سے قرض ادا ہو سکے' اس کی نماز جنازہ ادا کی جائے گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف ابتداء میں نماز جنازہ چھوڑی تھی' اس موضوع پر کئی احادیث ہیں۔

(۱) حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

''ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں موجود تھے۔ ایک جنازہ آیا' انہوں نے آپ سے نمازِ جنازہ کی درخواست کی' آپ نے دریافت فرمایا: کیا مقروض ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں! آپ نے دریافت کیا' کیا ترکہ چھوڑا ہے؟ انہوں نے کہا نہیں! چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ ادا فرمائی۔ پھر ایک دوسرا جنازہ آیا۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نمازِ جنازہ کی درخواست کی' آپ نے دریافت کیا' کیا مقروض ہے؟ جواب ملا: ہاں! آپ نے دریافت کیا کچھ چھوڑا ہے۔ جواب ملا تین دینار' راوی کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلیوں سے تین بار اشارہ کر کے فرمایا:

''اس کے لئے تین داغ ہیں۔ پھر نماز جنازہ ادا فرمائی''

[حاضر میت صحابی ہونے کے ساتھ ساتھ اصحاب صفہ میں سے تھے۔ اور ان کا کوئی وارث بھی نہ تھا۔ اس کے باوجود اس نے قرض ادا کرنے کے بجائے تین دینار ذخیرہ کر رکھے تھے۔ اس بنا پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق فرمایا کہ تین دینار حقیقتاً اس کے لئے جہنم کے تین داغ ہیں۔ ملاحظہ ہو بلوغ الامانی شرح الفتح الربانی: ج ۱۵' ۸۹۲]

پھر تیسرا جنازہ آیا' انہوں نے بھی نمازِ جنازہ کی درخواست کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: کیا مال چھوڑا ہے۔ انہوں نے بتایا: نہیں! پوچھا کیا مقروض ہے؟ انہوں نے کہا تین دینار قرض ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ''اپنے ساتھی کی نماز جنازہ ادا کرو''۔

ایک انصاری نے کہا (جن کا نام ابو قتادہ رضی اللہ عنہ تھا) یارسول اللہ ﷺ آپ جنازہ ادا فرما دیں۔ قرض کی ذمہ داری مجھ پر ہے۔

[صحیح بخاری، کتاب الکفاله ' باب من تکفل عن میت دینا فلیس له ان یرجع]

(ب) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ:

''رسول اللہ ﷺ کے خدمت میں ایسا جنازہ بھی آتا جس کے ذمے قرض ہوتا' آپ ﷺ پوچھ لیتے کیا ادائیگی قرض جتنا مال چھوڑا ہے؟ اگر یہ جواب ملتا کہ قابل ادائیگی مال ہے تو نماز جنازہ ادا فرماتے ورنہ نہیں' اور فرماتے اپنے ساتھی کی نماز جنازہ ادا کرو۔ جب اللہ تعالیٰ نے فتوحات نصیب فرمائیں تو فرمایا میں دنیا و آخرت میں مومنین کی اپنی ذات پر مقدم ہوں۔ اگر پسند کرو تو اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان پڑھ لو:

﴿......اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ......﴾[الاحزاب:٦]

''بلاشبہ نبی تو اہل ایمان کے لئے ان کی اپنی ذات پر مقدم ہیں''۔

جو مقروض وفات پائے اور برائے ادائیگی مال بھی نہ چھوڑے تو ادائیگی کی ذمہ داری مجھ پر ہے اور جو مال چھوڑ کر مرے تو اس کے ورثاء کا ہے''۔

[صحیح بخاری: کتاب الفرائض' باب قول النبی ﷺ من ترك مالاً فلاهله/صحیح مسلم: کتاب الفرائض من ترك مالاً فلورثته]

(٦) جس کی نماز نمازِ جنازہ ادا نہ کی جائے اور دفن کر دیا جائے' یا صرف چند افراد نے نماز ادا کی ہو' اس صروت میں اس کی قبر پر ہی نماز جنازہ ادا کریں۔ دوسری صورت میں یہ شرط بھی ہے کہ امام اس نماز جنازہ میں شریک نہ ہوا ہو۔ اس سلسلے میں کئی احادیث ہیں صرف ایک پر اکتفا کرتا ہوں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ:

''ایک ایسا آدمی (صحابی) وفات پا گیا جس کی کی رسول اللہ ﷺ عیادت فرمایا کرتے تھے۔ صحابہ نے اسے رات ہی میں دفن کردیا۔صبح ہوئی تو صحابہ کرامؓ نے آپ کو اطلاع دی' تو آپ ﷺ نے پوچھا: تم نے مجھے کیوں نہ اطلاع کی۔صحابہ نے عرض کی' رات تھی' اندھیرا تھا' ہم نے آپ کو تکلیف دینا پسند نہ کیا۔آپ ﷺ قبر پر تشریف لائے اور نمازِ جنازہ ادا فرمائی۔ آپ نے امامت فرمائی۔ہم نے آپ کے پیچھے صفیں باندھیں' میں خود بھی موجود تھا' آپ ﷺ نے چار تکبیریں کہیں''۔

[سنن ابن ماجه : كتاب الجنائز 'باب ما جاء في الصلوٰة على القبر ۔ سند قابل اعتماد ہے]

(۷) جو مسلمان کسی ایسے علاقے میں وفا پائے جہاں کسی نے اس کی نمازِ جنازہ ادا نہ کی ہو ایسے آدمی پر چند مسلمان غائبانہ نمازِ جنازہ ادا کریں۔جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے نجاشی کی نماز جنازہ ادا فرمائی' اس واقعے کو کئی صحابہ کرام نے روایت کیا ہے۔ ہر ایک نے کچھ اضافی باتیں بیان کی ہیں' سب کی روایات اکٹھی کر کے ایک عبارت کی شکل میں' میں نے بیان کردی ہے تاکہ بہتر طریقے سے فائدہ سامنے آجائے۔سیاق حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کی حدیث کا ہے:

''رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ میں والئ حبشہ نجاشی (جس کا نام اصحمہ) کے مرنے کی جس روز فوت ہوا اسی روز اطلاع دی فرمایا: تمہارا بھائی فوت ہو چکا ہے (ایک دوسری روایت کے مطابق اللہ کا نیک بندہ آج فوت ہو گیا ہے) (وہ اس علاقے میں بھی نہیں رہتا) (اٹھو اور اس کی نماز جنازہ ادا کرو) صحابہ کرامؓ نے دریافت کیا وہ کون ہے: فرمایا النجاشی (مزید فرمایا: اپنے بھائی کے حق میں مغفرت کی دعا کرو) آپ ساتھیوں سمیت جنازہ گاہ گئے۔(دوسری روایت میں ہے بقیع گئے) آپ ﷺ آگے بڑھے۔صحابہ نے پیچھے دو صفیں بنائیں۔(راوی کا بیان ہے کہ ہم نے ایسے ہی صفیں بنائیں جیسے میت کی نماز جنازہ کے موقع پر صفیں بنائی جاتی ہیں۔اور اسی طرح نماز ادا کی جس طرح میت کی نماز ادا کی جاتی ہے۔) ہمیں اس طرح محسوس ہو رہا تھا گویا جنازہ آگے

رکھا ہوا ہے۔(آپ نے ہماری امامت کراتے ہوئے نماز ادا کی۔اور چار تکبیریں کہیں'(کسی نے سوال کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ حبشی کی بھی نماز ادا فرماتے ہیں؟ چنانچہ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی:

﴿............وَاِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ ....﴾

''......اور یقیناً اہل کتاب میں سے بھی ایسے ہیں جو ایمان لے آئے......''۔

[صحیح بخاری کتاب الجنائز: کتاب الجنائز باب الصفوف علی الجنازة' باب من صف صفین او ثلاثة علی الجنازة خلف الامام 'کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ باب موت النجاشی / صحیح مسلم' کتاب الجنائز'باب التکبیر علی الجنازة۔سنن النسائی کتاب الجنائز'باب الصفوف علی الجنازة /سنن الترمذی کتاب الجنئز باب ماجاء فی صلوٰة النبی ﷺ علی النجاشی /مسند احمد: ج۲'۲: ۲٤۱' ۲۸۰و ۲۸۹' ۲٤۸۔

اور دیگر صفحات پر امام ابن قیم رحمہ اللہ نے زاد المعارج: ج ۱' ص' ۲۰٥' ۲۰٦ میں فرمایا:

''ہر غائب میت پر نماز جنازہ ادا کرنا آپ ﷺ کے طریقے اور سنت میں نہیں ہے۔ کتنے ہی مسلمانوں نے آپ کی عدم موجودگی میں وفات پائی اور آپ ﷺ نے کسی کی نمازِ جنازہ ادا نہیں کی۔ اور یہ بات صحیح ہے کہ آپ نے صرف نجاشی کی نماز جنازہ ادا فرمائی''۔

اس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ خلفاء راشدین اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے جب وفات پائی تو کسی مسلمان نے ان کی نماز غائبانہ ادا نہیں کی۔ اگر ایسا ہوتا تو ضرور احادیث میں تواتر سے نقل ہو جاتا۔ اس کا موازنہ مسلمانوں کے اس عمل سے بھی کر لیں کہ وہ ہر غائب کی نماز ادا کر رہے ہیں۔ خاص طور پر اگر مرنے والا شہرت کا حامل ہو تو خواہ صرف سیاسی شہرت ہی ہو اور وہ تقویٰ اور خدمت اسلام میں مشہور بھی نہ ہو۔ اگر چہ اس نے حدود مکہ مکرمہ میں وفات پائی ہو اور ایام حج میں ہزاروں مسلمانوں نے اس کی نماز جناہ ادا کی ہو۔]

اس طرح کی نماز کا تقابل اس صورت حال سے کرلیں جس کا ہم نے تذکرہ کیا ہے۔ آپ کو یقین ہو جائے گا کہ یہ ایک ایسی بدعت ہے جس کی جرأت رسول اللہ ﷺ کی سنت مطہرہ اور سلف صالحین رضی اللہ عنہم کے مذہب کو جاننے والا نہیں کر سکتا۔

[امام الحدیث الشیخ ناصر الدین الالبانیؒ نے اپنی اصل کتاب ''احکام الجنائز'' ص۹۱-۹۳ میں اس بحث کو مزید تفصیل سے نقل کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام احمد بن حنبل، شیخ الاسلام ابن تیمیہ، امام الخطابی، امام الرویانی، امام ابوداؤد اور شیخ صالح المقبلی رحمہم اللہ اجمعین کے نزدیک غائبانہ نمازِ جنازہ صرف اس شکل میں جائز ہے جب میت کی کسی وجہ سے نماز جنازہ نہ ادا کی سکی ہو۔ علمی اصولوں کے لحاظ سے یہی بات زیادہ صحیح ہے۔...... واللہ اعلم بالصواب......]

(مترجم: غفر اللہ لہ والوالدیہ)

{٦١}...... کفار اور منافقین کی نماز جنازہ ادا کرنا، ان کے حق میں استغفار کرنا اور رحمت کی دعا کرنا حرام ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلاَ تُصَلِّ عَلٰىٓ اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَاتَ اَبَداً وَلاَ تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ مَاتُوْا وَهُمْ فَاسِقُوْنَ﴾ [التوبة:٨٤]

''اور آئندہ ان میں سے جو مرے اس کی نمازِ جنازہ بھی تم ہرگز نہ پڑھنا اور نہ کبھی اس کی قبر پر کھڑے ہونا۔ کیونکہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا ہے اور وہ مرے ہیں اس حال میں کہ وہ فاسق تھے''۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ:

''میں نے ایک آدمی کو اپنے مشرک والدین کے حق میں استغفار کرتے سنا تو میں نے کہا: تم اپنے مشرک والدین کے حق میں استغفار کر رہے ہو؟ اس نے جواباً کہا: کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے مشرک والدین کے حق میں دعا نہیں کی تھی؟ چنانچہ میں نے اس بات کا تذکرہ رسول اللہ ﷺ سے کیا تو یہ آیت نازل ہوئی:

﴿ ماکان للنبی والذین آمنوا ان یستغفروا للمشرکین ولو کانوا اولی قربیٰ من بعد ماتبیّن لهم انّهم اصحاب الجحیم وماکان استغفار ابراهیم لابیه الاّ ان موعدة وعدها ایّاه فلما تبیّن له انّه عدوّ لِلّٰهِ تبرَّأ منه انّ ابراهیم لاَوّاهٌ حلیم ﴾

[التوبة:۱۱۳]

[سنن النسائی: کتاب الجنائز، باب النهی عن الاستغفار للمشرکین، مستدرك حاکم: ج۲، ص۳۳۵، سند قابل اعتماد ہے]

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب المجموع: ج۵، ص۱۴۴ اور ۲۵۸ میں لکھا ہے کہ:

''آیت قرآن اور دلیلِ اجماع سے کافروں کی نمازِ جنازہ ادا کرنا، یا ان کے لئے مغفرت کی دعا کرنا حرام ہے''۔

اس موقع پر ان مسلمانوں کی غلطی بالکل واضح ہو جاتی ہے جو کافروں کو ''رحمہ اللہ'' یا ''رضی اللہ عنہ'' کہتے ہیں۔ عام طور پر یہ غلطی رسالوں اور اخبارات والے کرتے ہیں۔

میں نے سنا ہے کہ ایک دیندار قسم کا عرب سربراہ ''سٹالن'' کو ''رحمۃ اللہ علیہ'' کہتا ہے۔ حالانکہ وہ کمیونسٹ ہے۔ وہ خود اور اس کا دین اسلام کا سب سے بڑا دشمن ہے۔ یہ بات سٹالن کی موت کے موقع پر اس نے تقریر کرتے ہوئے کہی۔ یہ تقریر ریڈیو سے بھی نشر ہوئی۔ یہ بھی کوئی تعجب کی بات نہیں۔ ممکن اس سربراہ کو یہ حکم معلوم ہی نہ ہو، لیکن عجیب تر بات تو یہ ہے کہ ایک مسلمان عالم ایسی حرکت کرے اس نے اپنے ایک خط میں لکھا۔ ''رحم اللہ برنارد شو''۔ ''اللہ برناڈشو پر رحمت کرے''۔

مجھے ایک قابل اعتماد ساتھی نے بتایا کہ بعض علماء اسماعیلیوں کی بھی نماز جنازہ ادا کرتے ہیں۔ جبکہ وہ یہ بھی سمجھتے ہیں کہ اسماعیلی غیر مسلم ہیں، اس لئے کہ اسماعیلیہ کے ہاں نماز اور حج نہیں ہے اور وہ اپنے امام کی پوجا کرتے ہیں۔ اس کے باوجود نفاق اور مداہنت کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں۔

(............الی اللّٰه المشتکی والمستعان............)

{۶۲}......نماز جنازہ کی جماعت بھی اس طرح ضروری ہے جیسے دیگر فرض نمازوں کی جماعت ضروری ہے۔

اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(ا) نبی کریم ﷺ نے ہمیشہ اس طرح نماز جنازہ ادا فرمائی ہے:

(ب) رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

"**صلّوا کما رأیتمونی اصلّی**". [صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب الاذان للمسافرین اذا کانوا جماعۃ والاقامۃ]

"اسی طرح نماز ادا کرو جس طرح مجھے نماز ادا کرتے دیکھتے ہو"۔

اس بات سے حقیقت مسئلہ میں کوئی فرق نہیں آتا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ کی جنازہ فرداً فرداً ادا کی، کسی نے جماعت نہیں کرائی، کیونکہ وہ ایک خاص معاملہ تھا۔ اس کی حقیقت کا کوئی علم نہیں، اس بنا پر ایسا عمل نہیں چھوڑا جا سکتا۔ جسے رسول اللہ ﷺ نے تاحیات کیا ہو، خاص طور پر مذکورہ معاملے میں کوئی صحیح حدیث نہیں ہے جو حجت بن سکے، اگرچہ کئی ایک روایات ہیں جو باہم ایک دسرے کی معاون ہوتی ہیں۔ اگر صورت مذکورہ اور رسول اللہ ﷺ کی سنت مبارکہ کی تطبیق کی کوئی شکل بن جائے تو بہتر ورنہ رسول اللہ ﷺ کی سنت مبارکہ مقدم ہوگی۔ اس لئے کہ وہ سنداً ثابت اور ذریعہ ہدایت ہے۔

اگر مسلمان نمازِ جنازہ فرداً فرداً ادا کر لیں تو فرض پورا ہو جائے گا البتہ ترک جماعت کا گناہ ہوگا۔ واللہ اعلم

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب المجموع: ج ۵، ص ۳۱۴ میں فرمایا ہے:۔

"انفرادی نماز سے جنازہ تو ادا ہو جائے گا۔ اور اس میں کوئی اختلاف نہیں، البتہ سنت یہ ہے کہ نماز جنازہ با جماعت ادا کی جائے۔ جیسا کہ صحیح اور مشہور احادیث مبارکہ سے ثابت ہے اور اسی بات پر مسلمانوں کا اجماع ہے"۔

{۶۳}...... جماعت کم از کم تین آدمیوں سے ہو سکے گی۔

حضرت عبداللہ بن ابی طلحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

"حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کو حضرت عمیر بن ابی طلحہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے

موقع پر بلا بھیجا' رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ چنانچہ ان کے گھر میں ہی عمیر کی نماز جنازہ ادا فرمائی۔ رسول اللہ ﷺ سب سے آگے کھڑے ہوئے' حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ آپ کے پیچھے اور ام سلیم حضرت ابوطلحہ کے بھی پیچھے' مزید کوئی آدمی ان کے ساتھ نہ تھا''۔

[مستدرك الحاكم: ج ١'ص ٣٦٥]

{٦٤}......حاضری جتنی زیادہ ہو میت کے لئے اتنا ہی بہتر ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

''ما من ميّت تصلّى عليه امّة من المسلمين يبلغون مائة كلّهم يشفعون له الاّ شفّعوا فيه''. وفى حديث آخر ''غفرله''. [مسلم: كتاب الجنائز'باب من صلّى عليه مائة شفعوا فيه]

''جس میت کے حق میں مسلمان جماعت میں سے سو آدمی سفارش کریں گے تو ان کی شفاعت قبول ہوگی' دوسری روایت میں ہے: اس (میت) کی بخشش ہو جائے گی''۔

اس سے کم تعداد پر بھی میت کی بخشش ہو سکتی ہے۔ بشرطیکہ سارے مسلمان موّحد ہوں۔ ان میں شرک نہ ہو۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

''وما من رجل مسلم يموت 'فيقوم علىٰ جنازته ابعون رجلاً لايشركون باللّٰه شيئا الاّ شفّعهم اللّٰه فيه''. [مسلم: كتاب الجنائز'باب من صلّى عليه اربعون شفعوا فيه]

''جو مسلمان وفات پا جائے اس کے جنازے میں چالیس ایسے آدمی شریک ہوں جو شرک نہ کرتے ہوں تو اللہ تعالیٰ ان کی سفارش قبول فرمالیتا ہے''۔

{٦٥}......مناسب یہ ہے کہ امام کے پیچھے تین یا اس سے زیادہ صفیں بنائیں اس سلسلے میں دو حدیثیں ہیں۔ دونوں کو اکٹھا کرنے سے مسئلہ ثابت ہو جاتا ہے۔ حدیثیں اصل کتاب میں ملاحظہ کی جا سکتی ہیں۔

[امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صف کم از کم دو آدمیوں کی ہوتی ہیں زیادہ کی کوئی حد مقرر نہیں۔ نیل الاوطار: ج ۴'ص ۴۷]

{٦٦}......اگر امام کے ساتھ صرف ایک ہی آدمی ہو تو وہ عام نمازں کی طرح امام کے پہلو میں نہ کھڑا ہو بلکہ

امام کے پیچھے کھڑا ہو۔ جیسا کہ مسئلہ ۶۳ میں گزر چکا ہے۔

{۶۷}......امیر وقت یا اس کا نائب قریبی رشتہ داروں سے بھی زیادہ امامت جنازہ کا حقدار ہے۔

حضرت ابوحازم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''جس روز الحسن بن علی رضی اللہ عنہما نے وفات پائی میں موجود تھا' میں نے حضرت الحسین بن علی رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ وہ حضرت سعید بن العاص کی گردن میں چوکہ لگا کر کہہ رہے تھے:

آگے بڑھ کر نماز پڑھاؤ۔ اگر یہ سنت نہ ہوتا تو تمہیں کبھی آگے نہ کرتا''۔

(سعید بن العاص رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ کے گورنر تھے' حقیقت یہ ہے کہ حضرت حسین اور حضرت سعید رضی اللہ عنہما کے درمیان کچھ ناراضگی تھی) [مستدرك حاكم: ج۳'ص ۱۔سند صحیح ہے]

{۶۷}......اگر امیر یا اس کا نائب موجود نہ ہو تو پھر کتاب اللہ کو بہتر پڑھنے والا زیادہ حقدار ہے' پھر اسی ترتیب سے جو رسول اللہ کے فرمان سے ثابت ہے:

''عمدہ قرآن پڑھنے والا لوگوں کا امام بنے' اگر قرآن پڑھنے میں سب برابر ہوں تو سنت کو زیادہ جاننے والا' اگر سنت جاننے میں سب برابر ہوں تو پہلے ہجرت کرنے والا' اور گر ہجرت کرنے میں بھی سب برابر ہوں تو سب سے پہلے اسلام لانے والا' کوئی آدمی کسی دوسرے آدمی کے دائرہ اختیار میں امامت نہ کرے' اور کسی گھر میں خصوصی جگہ پر اس کی اجازت کے بغیر نہ بیٹھے''۔

[صحیح مسلم: کتاب المساجد'باب من احق بالامامة]

عمدہ قرآن پڑھنے والا امامت کا زیادہ حقدار ہے' اگرچہ نابالغ بچہ ہی کیوں نہ ہو۔ حضرت عمرو بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

''ان کا خاندان نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا' جب واپس ہونے لگا تو انہوں نے دریافت کیا: یارسول اللہ ﷺ ہمارا امام کون ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے جسے قرآن زیادہ یاد ہو' پورے خاندان میں میرے جتنا قرآن کسی کو یاد نہ تھا۔ انہوں نے مجھے ہی نماز

میں آگے کیا' جبکہ میں بچہ ہی تھا اور میں نے چادر اوڑھ رکھی تھی۔قبیلہ جرم کے جس اجتماع میں' میں موجود ہوتا' امام بنتا' اور آج تک ان کے جنازے بھی پڑھا رہا ہوں''۔

[سنن ابی داؤد : کتاب الصلوٰۃ 'باب من احق بالامامۃ ۔ سند بالکل صحیح ھے]

{۶۹}......جب مردوں اور عورتوں کے جنازے اکٹھے ہوجائیں تو ان سب پر ایک ہی مرتبہ نماز جنازہ ادا کی جائے گی' مردوں کو امام کے قریب خواہ وہ بچے ہی ہوں اور عورتوں کے جنازے کو قبلہ کی طرف رکھا جائے گا۔یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہے۔جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے حضرت نافع نے نقل کیا ہے:

''انہوں نے نو(۹) جنازوں کی بیک وقت نماز ادا کی' مردوں کو امام کی طرف' اور عورتوں کو قبلہ کی طرف ایک ہی صف میں رکھ دیا۔حضرت عمر بن الخطابؓ کی اہلیہ ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہم اور ان کے فرزند زید کا جنازہ اکٹھا ہی رکھ گیا' ان دنوں سعید سعید بن العاص امیر مدینہ تھے' حاضرین میں عبداللہ بن عباس' ابو ہریرہ' ابوسعید اور قتادہ رضی اللہ عنہم اجمعین تھے۔بچے کو امام کی طرف رکھا گیا' ایک آدمی نے اعتراض کیا' میں نے بھی اس کو برا سمجھا۔پھر میں نے ابن عباس' ابو ہریرہ' ابوسعید اور قتادہ کی طرف دیکھ کر کہا: یہ کیسے ہے؟ کہنے لگے سنت طریقہ ہے''۔

[سنن النسائی: کتاب الجنائز'باب اجتماع جنائز الرجال والنساء 'سند بالکل صحیح ہے]

{۷۰}......ہر جنازے پر علیحدہ نماز ادا کرنا بھی جائز ہے۔اسلئے کہ اصل یونہی ہے اور اس لئے بھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہداء احد کی نماز علیحدہ علیحدہ ادا فرمائی۔جیسا کہ مسئلہ ۶۰ میں گذر چکا ہے۔

{۷۱}......نماز جنازہ مسجد میں ادا کرنا بھی جائز ہے ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ:

''جب حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تو امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن نے پیغام بھیجا کہ کہ ان کی میت مسجد میں سے لے کر گزریں تاکہ وہ نماز جنازہ ادا کرسکیں۔چنانچہ صحابہ کرامؓ نے ایسا ہی کیا۔ان کے جنازے کو حجروں کے سامنے رکھ دیا گیا' تو امہات المؤمنینؓ نے نماز

ادا کی، پھر انہیں چبوتروں کے پاس والے دروازے سے نکالا گیا۔ بعد میں ازواج مطہرات کو اس بات کی اطلاع ملی کہ بعض لوگوں نے اس کو ناپسند کیا ہے اور کہتے ہیں کہ یہ بدعت ہے، کیونکہ جنازے مسجد میں نہیں لائے جاتے۔ یہ بات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو پہنچی تو انہوں نے کہا: ''جس بات کا لوگوں کو علم نہیں ہوتا کتنی جلدی اس پر اعتراض کر بیٹھتے ہیں'' ہمارے بارے میں یہ اعتراض کہ جنازہ مسجد میں کیوں لایا گیا۔ بخدا! رسول اللہ ﷺ نے سہیل بن بیضاء اور اس کے بھائی کا جنازہ بیچ مسجد میں ادا کیا تھا''۔ رضی اللہ عنہم اجمعین

[صحیح مسلم، سنن ابی داؤد، سنن الترمذی، سنن النسائی، کتاب الجنائز، باب الصلوٰۃ علی الجنازۃ فی المسجد]

افضل یہی ہے کہ نماز جنازہ مسجد سے باہر جنازہ گاہ میں ادا کی جائے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں معمول تھا۔ عام طور پر یہی بات آپ ﷺ کی سنت سے ثابت ہے۔ اس موضوع پر کئی احادیث ہیں جو کہ اصل کتاب میں دیکھی جاسکتی ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ: آپ ﷺ نے نجاشی کی نمازِ جنازہ بقیع کے نزدیک ایک جنازہ گاہ میں ادا فرمائی، جیسا کہ مسئلہ ۶۰ میں گزر چکا ہے۔ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ:

''یہودی اپنی قوم کے ایک مرد اور ایک عورت کو لے کر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان دونوں نے زنا کیا تھا، چنانچہ آپ ﷺ کے حکم سے انہیں مسجد کے پاس جنازہ گاہ کے قریب رجم کردیا گیا''۔ [صحیح بخاری: کتاب الجنائز، باب الصلوٰۃ علی الجنائز بالمصلیٰ والمسجد]

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ:

''جنازہ گاہ مسجد کے مشرقی جانب بالکل ہی قریب تھی''۔ [فتح الباری: مذکورہ حدیث کی شرح میں: ج۳، ص۹۹]

اور ایک دوسری جگہ فرمایا:

''جس جگہ نماز عید اور نماز جنازہ ادا کی جاتی تھی بقیع الغرقد کی طرف''۔ [فتح الباری: ج۱۲، ص۱۲۹]

{۷۳}......قبروں کے درمیان جنازہ رکھ کر نماز جنازہ ادا کرنا جائز نہیں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

''ان النّبی ﷺ نهی ان یصلّٰی علی الجنائزبین القبور''.

[الاحادیث المختارہ'مسندانس بن مالکؓ سند بالکل صحیح ہے]

''رسول اللہ ﷺ نے قبروں کے درمیان نماز جنازہ ادا کرنے سے منع فرمایا ہے''۔

حضرت انس ہی روایت ہے کہ:

''کان یکرہ ان یبنیٰ مسجد بین القبور''.

[مصنف ابن ابی شیبہ: ج۲'ص۱۸۵ سند بالکل صحیح ہے]

''رسول اللہ ﷺ قبرستان میں مسجد بنانے کو ناپسند فرماتے تھے''۔

اس بات کی تائید رسول اللہ ﷺ کے ارشاد سے بھی ہوتی ہے جو تواتر سے نقل ہوا ہے۔جس میں آپ ﷺ نے قبروں کو سجدہ گاہ بنانے سے منع فرمایا ہے۔اس سلسلے میں جو کچھ منقول ہوا ہے میں نے اپنی کتاب ''تحذیر الساجد من اتخاذ القبور مساجد '' میں نقل کردیا ہے اس کا کچھ حصہ مسئلہ:۱۲۶ فقرہ ۹ میں ذکر کروں گا۔انشاءاللہ

{۴۷}......نماز جنازہ پڑھاتے ہوئے امام مرد کے سر کے برابر اور عورت کے درمیان میں کھڑا ہوگا۔

اس بارے میں دو حدیثیں ہیں' زیادہ واضح روایت ابوغالب الخیاط کی ہے:

فرماتے ہیں کہ:

''میری موجودگی میں حضرت بن مالک رضی اللہ عنہ نے ایک مرد کی نماز جنازہ پڑھائی تو اس کے سر کے برابر کھڑے ہوئے' جب یہ جنازہ اٹھ گیا تو بعد میں کسی قریشی یا انصاری عورت کا جنازہ آ گیا' تو عرض کی گئی اے ابوحمزہ (حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی کنیت ہے) یہ فلاں بنت فلاں کا جنازہ ہے' ان کی نماز جنازہ ادا فرمائیں۔آپ نے اس کی نماز جنازہ ادا کی تو درمیان میں کھڑے ہوئے (ایک دوسری روایت میں ہے: اس کی کمر کے برابر اور اس پر سبز کپڑا تھا)

اس موقع پر حضرت العلاء بن زیاد العدوی بھی موجود تھے' جب انہوں نے مرد عورت کے جنازے میں کھڑے ہونے کا فرق دیکھا' تو پوچھا: اے ابوحمزہ: کیا رسول اللہ ﷺ بھی ایسے ہی کھڑے ہوتے تھے؟ جس طرح آپ مرد وعورت کے لئے کھڑے ہوئے ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ہاں! حضرت العلاء ہماری طرف متوجہ ہوکر فرمانے لگے: ''یہ بات یاد کرلو''۔

[سنن ابی داؤد: کتاب الجنائز 'باب این یقوم الامام من المیت اذا صلی علیه/ سنن الترمذی 'کتاب الجنائز'باب ماجاء این یقوم الامام من الرجل والمرء ة ۔**سند قابل اعتماد ہے۔اسی معنی کی ایک حدیث** صحیح بخاری کتاب الجنائز 'این یقوم من الرجل والمرء ة اورصحیح مسلم کتاب الجنائز۔ باب این یقوم الامام من المیت للصلوٰة علیه **میں ہے**]

نماز جنازہ کا طریقہ

{۷۵}......نماز جنازہ چار یا پانچ تکبیروں سے لے کر نوتکبیروں تک پڑھی جاسکتی ہے۔ ہرطریقہ نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے۔جس طرح بھی کرلے جائز ہے۔بہتر یہ ہے کہ مختلف انداز سے پڑھے' کبھی ایک طریقے سے اور کبھی دوسرے طریقے سے۔جیسا کہ ایسے معاملات میں ہونا چاہئے۔مثلاً ابتداءنماز کی دعائیں' تشہد کے الفاظ' درودابراہیمی کے الفاظ۔اوراگرضرورایک ہی طریقہ طریقہ اختیار کرنا ہوتو چارتکبیروں والا اختیار کرے'اس لئے کہ اس متعلق احادیث قوی اور کثیر ہیں' مقتدی بھی اتنی تکبیریں کہے جتنی امام کہے۔ تفصیلات اصل کتاب میں ملاحظہ فرمائیں۔ص:۱۱۱۔۱۱۴

{۷۶}......صرف پہلی تکبیر کے ساتھ اپنے ہاتھ اٹھائے' یہی بات شرعاً ثابت ہے'اس بارے میں دوحدیثیں ہیں جو باہم ایک دوسرے کوتقویت دیتی ہیں اوراسی بات پرعلماء کا اتفاق ہے۔

{۷۷}......پھراپنے ہاتھوں کو سینے پراس طرح باندھے کہ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کی ہتھیلی' پہنچہ اورکلائی تک آجائے۔اس سلسلے میں کئی مشہور حدیثیں ہیں جواصل کتاب میں دیکھی جاسکتی ہیں۔ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے والی حدیث بالاتفاق ضعیف ہے۔جیسا کہ امام نووی اورامام الزیلعی رحمہما اللہ اوردسرے علماء نے فرمایا۔

{۷۸}......پہلی تکبیر کے بعدسورۃ فاتحہ اورکوئی دوسری سورت پڑھے۔

جیسا کہ حضرت طلحہ بن عبداللہ بن عوف کی حدیث ہے:

''میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی اقتداء میں نماز جنازہ ادا کی' آپ نے سورہ فاتحہ (اورایک سورت بلندآواز سے پڑھی۔حتیٰ کہ ہمیں سنائی۔جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے ان کا ہاتھ تھام کردریافت کیا؟) آپ نے فرمایا (میں نے صرف اس لئے بلندآواز سے

پڑھا تھا تا کہ تمہیں معلوم ہو جائے کہ یہ سنت ہے (اور ضروری ہے)۔

[صحیح بخاری: کتاب الجنائز، باب قراة فاتحة الکتاب علی الجنازة۔ سنن النسائی، کتاب الجنائز، باب الدعا، سند صحیح ہے]

{۷۹}......نمازِ جنازہ سرّی طور پر (دل میں) پڑھے۔

حضرت ابوامامہ بن سہل رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ:

"السّنة فی الصّلاة علی الجنازة ان یقرا فی الکتبیر الاوُلی بامّ القرآن مُخافتة، ثمّ یکبّر ثلاثاً و التّسلیم عند الآخرة". [سنن النسائی: کتاب الجنائز، باب الدعاء سند صحیح ہے]

"نماز جنازہ میں مسنون یہ ہے کہ پہلی تکبیر کے بعد سورہ فاتحہ آہستہ پڑھے، پھر تین تکبیریں کہے اور آخر میں سلام میں پھیر دے"۔

{۸۰}......پھر دوسری تکبیر کہہ کر رسول اللہ ﷺ پر درود پڑھے۔

جیسا کہ حضرت ابوامامہ کی حدیث میں ہے کہ انہیں ایک صحابی رسول ﷺ نے بتایا کہ:

"نمازِ جنازہ میں مسنون یہ ہے کہ امام پہلی تکبیر کہہ اپنے دل میں سورۃ فاتحہ پڑھے، پھر نبی کریم ﷺ پر درود پڑھے اور تین تکبیروں میں جنازے کے لئے مخلصانہ دعا کرے۔ اس دوران قرآن نہ پڑھے۔ پھر دائیں طرف مڑ کر آہستہ سے سلام پھیر دے۔ اور یہ بھی مسنون ہے کہ مقتدی بھی وہی کچھ کرے جو امام کرتا ہے"۔ [کتاب الام: ج ۱، ص ۲۳۹، ۲۴۰/ سنن البیهقی: ج ٤، ص ۳۹ سند صحیح ہے]

نماز جنازہ میں درود کے لئے کوئی خاص الفاظ صحیح احادیث سے ثابت نہیں ہیں۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ جنازے کے لئے کسی خاص الفاظ سے درود نہیں پڑھا جائے گا۔ بلکہ جو الفاظ تشہد کے بعد ادا کئے جا سکتے ہیں وہی پڑھے جائیں گے۔

{۸۱}......پھر باقی تکبیریں ادا کرے۔ اور میت کے لئے مخلصانہ دعا کرے۔

جیسا کہ حضرت ابوامامہ کی مذکورہ بالا حدیث میں ہے۔ نیز رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اذا صلیتم علی المیّت' فاخلصوا الدّعاء".

[سنن ابی داؤد: کتاب الجنائز' باب الدعاء للمیت' حدیث صحیح ہے]

''جب تم میت کی نماز جنازہ پڑھو تو بڑے اخلاص سے دعا کرو''۔

{۸۲}...... جو دعائیں رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہیں وہ ادا کرے۔

ان میں سے چار دعائیں مجھے معلوم ہو سکی ہیں۔

{اول} **"اللّٰھمّ اغفر له وارحمه ' وعافه واعف عنه ' واکرم نزله ووسّع مدخله ' واغسله با لماء والثّلج والبرد ' ونقّه من خطایاه کما نقّیت (وفی روایة کما ینقّی) الثّوب الابیض من الدّنس ' وابدله داراً خیراً من داره ' واهلاً خیراً من اهله وزوجاً (وفی روایة زوجة) خیراً من زوجه ' وادخله الجنّة ' واعذه من عذاب القبر ' ومن عذاب النّار".**

[صحیح مسلم: کتاب الجنائز' باب الدّعاء للمیت فی الصلوٰة / سنن الترمذی والنسائی نے کمی بیشی سے روایت کی ہے۔]

''اے پروردگار! اس کی بخشش فرما' اس پر رحمت کر' اس سے درگزر کر کے معاف فرمادے' اس کی مہمانی اچھی فرما' اس کی رہائش گاہ کو کشادہ فرمادے۔ اسے پانی' برف اور اولوں سے دھودے۔ اسے کوتاہیوں سے اس طرح صاف کردے جیسے سفید کپڑا میل سے صاف کیا جاتا ہے۔ اس اس کے پہلے گھر سے بہتر گھر دے۔ اور اس کے عزیزوں سے بہتر عزیز اور اس کے ساتھی سے بہتر ساتھی عنایت فرمادے۔ عذاب قبر اور آگ کے عذاب سے محفوظ کر کے اسے جنت میں داخل فرمادے''۔ [میاں بیوی بھی ایک دوسرے کے ساتھی ہیں]

{دوم} **"اللّٰھمَّ اغفر لحیّنا ومیّتنا وشاهدنا وغائبنا وصغیرنا وکبیرنا وذکرنا وانثانا اللّٰھم من احییته منا فاحیه علی الا سلام ومن توفّیته منّا فتوفّه علی الایمان اللّٰھم لاتحرمنا اجره ولا تضلّنا بعده".** [ابی داؤد: کتاب الجنائز' باب الدعاء للمیت' سند قابل اعتماد ہے]

''اے اللہ ہمارے زندوں ' مردوں ' حاضر ' غائب ' چھوٹوں ' بڑوں اور مذکر ومونث کی بخشش فرمادے۔ اے اللہ! ہم میں سے جسے آپ زندہ رکھیں اسے سلام پر زندہ رکھنا ' اور جسے موت دیں کا خاتمہ ایمان پر کرنا ' اے اللہ! اس جانے والے کے اجر سے ہمیں محروم نہ کرنا اور اس کے بعد ہمیں گمراہ نہ کردینا''۔

{سوم}''اللّٰھمّ انّ فلان بن فلان فی ذمّتک وحبل جوارک ' فقه فتنة القبر ' وعذاب النار وانت اھل الوفاء والحق فاغفرله وارحمه انّک انت الغفور الرّحیم ''.

[سنن ابی داؤد: کتاب الجنائز ' باب الدعاء للمیت ' سند قابل اعتماد ہے]

''اے مولیٰ! فلان بن فلان تیرے سپرد اور تیری حفاظت میں ' اسے فتنہ قبر اور آگ کے عذاب سے محفوظ رکھنا ' حق اور وفا صرف تیری ذات میں ہے۔ اس کی بخشش فرما ' اس پر رحمت کر ' بلاشبہ صرف تیری ذات بخشنے والی اور مسلسل رحمت کرنے والی ہے''۔

اللّٰھمّ عبدک وابن اَمَتَکَ احتاج الی رحمتک ' وانت غنیّ عن عذابه ان کان محسنا فزد فی حسناته وان کان مسیئاً فتجاوز عنه ''. (ثمّ یدعو ماشاء اللّٰه ان یدعوا)

''اے مولی! تیرا غلام اور غلام زادہ تیری رحمت کا محتاج بن کر آیا ہے۔ تیری ذات عذاب دینے سے بے نیاز ہے ' اگر واقعی وہ اچھا ہے تو اس کی نیکیاں زیادہ کردے اگر برا ہے تو اس سے درگزر فرمادے''۔ (پھر جو چاہے دعا مانگے)

{۸۳}......دعا آخری تکبیر اور سلام کے درمیان پڑھنی بھی شرعاً ثابت ہے۔

ابویعفور حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

''شھدتّه وکبّر علی جنازة اربعاً ثمّ قال ساعة .یعنی یدعو ثمّ قال: اترونی کنت اکبر خمساً؟قالوا لا قال :ان رسول الله ﷺ کان یکبّر اربعا''.

[مستدرك الحاکم: ج ۱ ' ص ۳۶۰ ' ص۔ سند صحیح ہے]

''میری موجودگی میں انہوں نے نماز جنازہ کی چار تکبیریں کہیں' پھر تھوڑی دیر دعا کرتے رہے' پھر فرمایا: کیا تمہارا خیال تھا میں پانچویں تکبیر کہوں گا ؟ ساتھیوں نے کہا نہیں ۔ پھر خود ہی فرمایا:

''رسول اللہ ﷺ چار تکبیریں ہی کہتے تھے''۔

{۸۴}......آخر میں فرض نماز کی طرح دونوں طرف سلام کہے پہلے دائیں طرف پھر بائیں طرف۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ:

''تین کام رسول اللہ ﷺ پابندی سے کرتے تھے۔ جبکہ لوگوں نے اسے چھوڑ رکھا ہے۔ ان میں سے ایک نماز جنازہ کا عام نمازوں کی طرح سلام پھیرنا ہے''۔

[سنن البیهقی: ج ٤'ص ٤٣ سند قابل اعتماد ہے]

صحیح مسلم اور دیگر کتب میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

''رسول اللہ ﷺ نماز کے آخر میں دو سلام پھیرا کرتے تھے''۔

[صحيح مسلم: كتاب المساجد'باب السلام للتحليل من الصلوٰة عند فراغها۔و كيفيته]

اس سے واضح ہوتا ہے کہ ''عام نماز کے سلام'' سے مراد وہی معروف دو سلام ہیں۔

{۸۵}......صرف اسک سلام پر اکتفا کرنا بھی جائز ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ:

''انّ رسول اللّٰه ﷺ صلّی جنازة فكبّر عليها اربعاً ' وسلّم تسليمة واحدة''.

[سنن الدار قطنی : ص ١ /مستدرك حاكم : ج ١'ص ٣٦٠ سند قابل اعتماد ہے]

''رسول اللہ ﷺ نے چار تکبیروں سے نماز جنازہ ادا فرمائی اور ایک سلام پھیرا''۔

{۸۶}...... جنازے میں سلام قدر آہستہ کہنا مسنون ہے۔ امام اور مقتدی کے لئے ایک ہی حکم ہے ۔ جیسا کہ حضرت ابوامہ رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث میں ان لفظوں سے ثابت ہے: (جو کہ مسئلہ ۸۰ میں گذر چکی ہے)

''پھر اختتام نماز پر آہستہ سے سلام اپنے دل میں کہے' مقتدی بھی وہی کچھ کرے جو کچھ اس کا امام کر رہا ہے''۔[ملاحظہ ہو مسئلہ نمبر:۸۰]

{۸۷}......تین اوقات ممنوعہ بلاضرورت نمازِ جنازہ ادا کرنا جائز نہیں۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

''تین اوقات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں نماز پڑھنے اور مردے دفن کرنے سے منع فرماتے تھے: جب سورج چڑھ رہا ہو حتی کہ بلند ہو جائے' جب سورج بالکل سیدھا ہو (نہ مشرق مائل اور نہ مغرب مائل) حتی کہ ڈھل جائے' جب غروب ہونے لگے حتی کہ پوری طرح غروب ہو جائے''۔

[صحیح مسلم: کتاب صلوٰۃ المسافرین ۔باب الاوقات التی نھیٰ عن الصلوٰۃ فیھا / سنن ابی داؤد' کتاب الجنائز 'باب الدفن عند طلوع الشمس اور عند غروبھا]

یہ حکم جنازہ کے لئے بھی ہے۔یہی مفہوم صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے لیا ہے جس کی وضاحت ہم نے اصل کتاب میں کر دی ہے۔

دفن اوراس کے متعلقات

{۸۸}......میت کودفن کرنا واجب ہے خواہ کافر ہی ہو۔اس کی دلیل دوحدیثیں ہیں:

اول:۔ان میں حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے:

''رسول اللہ ﷺ کے حکم پر بدر کے دن چوبیس قریشی بہادروں کو (ٹانگوں سے پکڑ کر گھسیٹ کر) بدر کے کنویں میں (ایک دوسرے کے اوپر) پھینک دیا گیا' اور یہ کنواں بند رہنے کی وجہ سے بدبودار ہوگیا تھا۔ (البتہ امیہ بن خلف اپنی زرہ میں پھول چکا تھا جب صحابہ کرام اسے ہلانے لگے تو وہ پھٹ گیا' چنانچہ انہوں نے اسے وہیں چھوڑ دیا اوراس پر اتنی مٹی اور پتھر ڈال دیئے کہ وہ ڈھک گیا''۔

[صحیح بخاری: کتاب المغازی' باب ۸'۱۲ متعدد احادیث کو ایک سیاق میں نقل کردیا ہے/صحیح مسلم کتاب الجنة اولنار علیه' واثبات عذاب القبر والتعوذ منه]

دوم: حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ:

''جب ابوطالب فوت ہوگا' میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کی۔آپ کا بوڑھا (گمراہ) چچا فوت ہوگیا ہے (اسے کون دفن کرے) آپ ﷺ نے فرمایا: جاؤ اسے دفن کردو۔میرے پاس آنے تک کوئی کام نہ کرنا (ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا: وہ حالت شرک پر مرا ہے جاؤ اسے دفنا دو) حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں دفنا کر حاضر ہوا' تو آپ نے فرمایا' جاؤ غسل کرکے آؤ اور میرے پاس آنے تک کوئی کام نہ کرنا' میں غسل کرکے دوبارہ حاضر ہوا۔حضرت علی بیان کرتے ہیں کہ: آپ ﷺ نے میرے حق میں ایسی دعا فرمائی جو مجھے سرخ اور کالے اونٹوں سے سے زیادہ خوش کردینے والی تھی''۔

راوی کا بیان ہے کہ:

''حضرت علی رضی اللہ عنہ جب بھی میت کو غسل دیتے تو خود ضرور غسل فرماتے''۔

[مسند امام احمد:۸۰۷/سنن ابی داؤد'کتاب الجنائز'باب الرجل یموت له قرابة مشرك/سنن النسائی ' کتاب الجنائز'باب مواراة المشرك۔ سند صحیح ہے]

{۸۹}......مسلمان کو کافر کے ساتھ اور کافر کو مسلمان کے ساتھ دفن نہ کیا جائے' بلکہ مسلمان کو مسلمانوں کے قبرستان میں اور کافر کو کافروں کے قبرستان می دفن کیا جائے' رسول اللہ ﷺ کے زمانے سے آج ہمارے زمانے تک یہی دستور چلا آرہا ہے۔اس کے دلائل میں سے حضرت بشیر بن الخصاصیۃ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے' بیان فرماتے ہیں:

''ایک موقع پر میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ (آپ کا ہاتھ تھامے) چل رہا تھا' آپ نے فرمایا: اے ابن الخصاصیۃ ! کیا تو اللہ تعالیٰ کی ناشکری کرنے لگ گیا ہے؟ جبکہ تو اللہ کے رسول کے ساتھ ساتھ چل رہا ہے (راوی کا بیان ہے کہ میرے خیال میں انہوں نے کہا: آپ کا ہاتھ پکڑتے ہوئے) میں نے عرض کی :(اے اللہ کے رسول ! میرے ماں باپ قربان) میں ذرا بھی اللہ کی ناشکری نہیں کرتا' ہر طرح کا احسان اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ فرمایا ہے۔پھر آپ ﷺ مشرکوں کے قبرستان تشریف لائے تو فرمایا:''ان لوگوں کو بہت بھلائی مل گئی ہے'' یہ جملہ تین مرتبہ دہرایا۔ آپ ﷺ چل ہی رہے تھے کہ آپ کی نظر اٹھ گئی تو اچانک دیکھا کہ ایک آدمی چمڑے کے جوتے پہن کر قبرستان سے گزر رہا تھا۔تو آپ نے فرمایا: اے جوتے پہن کر جانے والے ! اللہ تیرا بھلا کرے۔اپنے جوتے اتار دو'اس آدمی نے غور سے دیکھا جب پہچان لیا کہ آپ رسول اللہ ﷺ ہیں تو اپنے جوتے اتار کر پھینک دیئے''۔

[مستدرك حاكم: ج ۱'ص ۳۷۳/سنن النسائی :کتاب الجنائز'باب كراهة المشی بين القبور سند صحیح ہے]

اس مسئلہ کی تائیداس بات سے بھی ہوتی ہے کہ شارع حکیم ﷺ نے اس بات میں فرق کیا ہے کہ جب کو ئی مومن مسلمانوں کے قبرستان کی زیارت کرے تو کیا کہے اور کافروں کے قبرستان سے گزرہو تو کیا کہے۔جس تفصیلات عنقریب ''زیارۃ القبور''میں آئیں گی۔ان شاءاللہ تعالیٰ

{۹۰}......میت کو قبرستان میں دفن کرنا سنت ہے۔ اس لئے کہ نبی کریم ﷺ فوت شدگان کو بقیع کے قبرستان میں دفن کرتے تھے۔ یہ حدیثیں تواتر سے ثابت ہیں۔ چند ایک کا تذکرہ مختلف مناسبات پر گزچکا ہے۔قریب ترین حدیث حضرت بشیر بن الخصاصیہ رضی اللہ عنہ کی گزری ہے جوکہ مسئلہ ۸۹ میں مذکور ہے۔صحابہ کرام اور دیگر بزرگان امت میں سے کسی کے بارے میں منقول نہیں کہ وہ قبرستان کے علاوہ کہیں دفن ہوا ہو۔البتہ یہ تواتر سے ثابت ہے کہ نبی ﷺ اپنے حجرہ مبارکہ میں دفن ہوئے۔اور یہ آپ ﷺ کی خصوصیات میں سے ہے جس کی وضاحت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث سے ہوتی ہے۔

''جب رسول اللہ ﷺ کی روح اطہر جسد خاکی سے پرواز کر گئی' تو آپ کو دفن کرنے کے بارے میں صحابہ کرامؓ میں اختلاف ہوا تو اس موقع پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے جسے میں آج تک نہیں بھولا' آپ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ جس نبی کو جہاں دفن کرنا پسند فرماتے ہیں وہیں اس کی روح قبض کرتے ہیں''۔

لہٰذا آپ ﷺ کو آپ کے بستر والی جگہ پر دفن کیا گیا''۔

[سنن الترمذی: کتاب الجنائز 'باب ۳۳ اگرچہ سند ضعیف ہے لیکن متعدد شواہد کی بنا پر حدیث قابل استدلال بن جاتی ہے]

{۹۱}......دوران معرکہ شہادت پانے والے سابقہ حکم سے مستثنیٰ ہیں۔انہیں شہادت گاہ پر ہی دفن کیا جائے گا' قبرستان تک نہیں لایا جائے گا۔حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ مشرکوں کا مقابلہ کرنے کی غرض سے مدینے سے نکلے' میرے والد حضرت عبداللہ نے فرمایا: اے جابر! جب تک ہمارے انجام کا تمہیں علم نہیں ہو جاتا' تمہاری ذمہ داری ہے

کہ اہل مدینہ کی نگہداشت رکھو' اگر مجھے اپنے بعد بچیوں کی فکر نہ ہوتی تو بخدا یہ پسند تھا کہ تم بھی میرے سامنے شہید ہو جاتے''۔

حضرت جابر بیان کرتے ہیں کہ: ''میں نگرانی کررہا تھا کہ میری پھوپھی جان جان میرے والد محترم اور ماموں جان کو ایک اونٹنی پر لاد کر لے آئیں' وہ انہیں مدینہ کے قبرستان میں دفن کرنا چاہتی تھیں کہ ایک آدمی اعلان کرتا ہوا پہنچا' سن لو! کہ رسول اللہ ﷺ کا حکم ہے ''شہداء کو واپس لاکر ان کی شہادت گاہ میں دفن کرو'۔ چنانچہ ہم ان دونوں کو (میرے ابا جان اور ماموں جان کو) واپس لے جا کر شہادت گاہ دفن کیا''۔ [مسند امام احمد: ج ۳' ص ۳۹۷۔۳۹۸ سند صحیح ہے]

{۹۲}......بغیر مجبوری مندرجہ ذیل صورتوں میں دفن کرنا جائز نہیں:

(ا) تین مکروہ اوقات میں دفن کرنا: جیسا کہ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں گزر چکا ہے۔ ملاحظہ ہو مسئلہ نمبر: ۸۷ جس کے الفاظ یوں ہیں:

''تین اوقات میں نماز پڑھنے یا مردوں کو دفن کرنے سے رسول اللہ ﷺ ہمیں منع فرماتے تھے''۔

(ب) رات کو دفن کرنا' حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ:

''چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے سختی سے منع فرمایا کہ مردوہ کو رات کے وقت دفن کیا جائے' یہاں تک کہ اس نماز ادا کی جائے الاّ یہ آدمی مجبور ہو''۔ حدیث تفصیلاً مسئلہ ۸۷ میں گزر چکی ہے۔

{۹۳}......اگر مجبوراً رات کو دفن کرنا پڑے تو جائز ہے خواہ چراغ استعمال کرنا پڑے اور اسے قبر کے اندر تک لے جانا پڑے' تاکہ دفن کرنا آسان ہو' حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ:

''انّ رسول اللّٰہ ﷺ ادخَل رجلاً قبرہ لیلاً واُسرِجَ فی قبرہ''.

[سنن ابن ماجہ: کتاب الجنائز' باب ماجاء فی الاوقات التی لایصلی فیھا علی المیت ولایدفن / سنن الترمذی' کتاب الجنائز' باب ماجاء فی الدفن باللیل ۔ سند قابل اعتماد ہے]

''رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو رات کے وقت دفن فرمایا اور قبر کے اندر چراغ جلا کر روشنی کی''۔

{۹۴}......قبر کو گہرا' کھلا اور اچھا بنانا ضروری ہے۔اس موضوع سے متعلق دو حدیثیں ہیں:

(اول) حضرت ہشام بن عامر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ:

''احد کے روز کئی مسلمان شہید ہوئے اور کئی ایک زخمی بھی ہوئے (ہم نے عرض کیا) یا رسول اللہ ﷺ ہر شہید کے لئے قبر کھودنا تو بہت دشوار ہے (اس صورت میں کیا حکم ہے؟) آپ نے ارشاد فرمایا: قبریں گہری' اچھی اور کشادہ کھودو' دو یا تین کو ایک ہی قبر میں دفن کردو' جس زیادہ قرآن یاد ہو اسے مقدم رکھو''۔(راوی کا بیان ہے کہ میرے والد تین سے تیسرے تھے۔قرآن مجید زیادہ ہونے کی وجہ سے مقدم کئے گئے)

[سنن النسائی: کتاب الجنائز' باب مایستحب من توسیع القبر۔سند صحیح ہے]

(دوم) ایک انصاری صحابی بیان کرتے ہیں کہ:

''ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ ایک انصاری کے جنازے میں گئے' میں ابھی بچہ تھا اور اپنے والد کے ہمراہ تھا' رسول اللہ ﷺ قبر کے گڑھے کے پاس بیٹھ کر کھودنے والے کو ہدایات دینے لگے فرماتے تھے: سر کی طرف سے کھلا کرو' پاؤں ک طرف س کھلا کرو' اس کے لئے جنت میں کتنے ہی کھجوروں کے لٹکے ہوئے خوشے ہیں''۔[مسند احمد: ج۵' ص۴۰۸ سند صحیح ہے]

{۹۵}......لحد اور شق دونوں طرح جائز ہے اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں دونوں طرح عمل ہوتا تھا۔لیکن لحد بنانا افضل ہے۔[لحد ایک صندوق نما مستطیل شکل کا گڑھا کھودنے کے بعد قبلہ کی طرف ایک بغلی قبر کھودی جاتی ہے جس میں مردہ لٹایا جاتا ہے۔شق کی شکل یہ ہے کہ صرف ایک صندوق نما گڑھا کھودا جاتا ہے۔مردہ لٹا کر اوپر سے بند کر دیا جاتا ہے (مترجم) غفراللّٰہ لہ ولوالدیہ ولاساتذہ]

اس موضوع پر کئی احادیث ہیں صرف دو کا تذکرہ کرتا ہو۔

(اول) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

''جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی تو مدینہ طیبہ میں ایک لحد بناتا تھا اور دوسرا صندوق نما قبر

بنا تا تھا‘ صحابہ نے کہا ہم اپنے رب سے استخارہ کرتے ہوئے دونوں کو پیغام بھیج دیتے ہیں جو پہلے آ گیا کام اسی کے سپرد کردیں گے۔ دونوں کو پیغام بھیجا گیا‘ لحد بنانے والا پہلے آ گیا‘ لہٰذا انہوں نے نبی کریم ﷺ کے لئے لحد بنائی‘‘ ۔[مشکل الآثار للطحاوی : ج٤‘ص٥٤ سند صحیح ہے]

(دوم) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کا قول نقل کرتے ہیں کہ:

’’اللّحد لنا و الشقّ لغیرنا‘‘.

[ابو داؤد :باب اللحد /الترمذی:باب ماجاء فی قول النبی ﷺ اللحد لینا والشق لغیر نا/ النسائی :باب اللحد والشق ۔سند قابل اعتماد ہے]

’’لحد ہمارے لئے ہے اور صندوق نما گڑھا دوسروں کے لئے‘‘۔

{۹۶}......حسب ضرورت دو یا تین کو ایک قبر میں دفن کرنے میں کوئی حرج نہیں‘ البتہ افضل کو مقدم کیا جائے گا۔ اس بارے میں کئی احادیث ہیں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث مسئلہ :۳۷ اور حضرت ہشام بن عامر کی حدیث مسئلہ :۹۴ میں گزر چکی ہے۔

{۹۷}......مرد ہی میت کو قبر میں اتاریں گے‘ خواہ میت عورت ہی کیوں نہ ہو۔ اس کے حسب ذیل دلائل ہیں:

(ا) رسول اللہ ﷺ کے زمانے سے آج تک یہی طریقہ مسلمانوں میں رائج ہے ۔ اس سے متعلق حضرت انس بن مالک کی حدیث مسئلہ ۱۰۰ میں آئے گی ۔ انشاء اللہ

(ب) مرد یہ کام خوش اسلوبی سے کرنے کی استطاعت رکھتے ہیں۔

(ج) اگر عورتیں ایسا کرنے لگ جائیں تو ان جسم غیر مردوں کے سامنے ظاہر ہونے لگیں گے۔ اور یہ بالکل ناجائز ہے۔

{۹۸}......میت کے قریبی رشتہ دار قبر میں اتارنے کے زیادہ حقدار ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَاُوْلُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِىْ كِتَابِ اللّٰهِ ﴾ [الانفال:۷۵]

''اللہ کی کتاب میں خون کے رشتہ دار ایک دوسرے کے زیادہ حقدار ہیں''۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیا' مجھے تلاش کے باوجود بھی کوئی غیر معمولی بات نظر نہ آئی' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زندگی میں بھی اور زندگی کے بعد بھی پاک وطیّب تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دفن میں صرف چار آدمی شریک تھے۔ (اور کوئی نہیں) علی' عباس' الفضل اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام صالح (رضی اللہ عنہم اجمعین) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے لحد بنائی گئی اور کچی اینٹیں کھڑی کر کے لگائی گئیں''۔ [مستدرک حاکم: ج۱' ص۶۲ سند بالکل صحیح ہے]

حضرت عبدالرحمٰن بن ابزی بیان کرتے ہیں کہ:

''میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ ادا کی۔ آپ نے چار تکبیروں سے نماز جنازہ ادا کی پھر حضرت عمر نے امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کو پیغام بھیج کر دریافت کیا کہ ان کی رائے میں انہیں کون قبر میں اتارے؟''۔

راوی کا بیان ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ارادہ تھا کہ وہ خود یہ خدمت انجام دیں۔ امہات المؤمنین نے پیغام بھیج کر فرمایا: دیکھو جو انہیں حالت زندگی میں دیکھ سکتا تھا وہی انہیں قبر میں اتارے''۔ حضرت عمر نے رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم نے سچ فرمایا''۔

[الطحاوی: ج۳' ص ۳۰۴ـ۳۰۵ / سنن البیهقی: ج۳' ص۵۳ سند صحیح ہے]

{۹۹}......خاوند بذاتِ خود اپنی اہلیہ کو دفن کر سکتا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: گ

''جس روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرضِ وفات کی ابتداء ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے تو میں نے عرض کی: ہائے میں سر کے درد سے مرگئی' تو جوابًا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری خواہش ہے کہ یہ اس وقت ہو جب میں زندہ ہوں' پھر میں خود تمہیں تیار کروں اور دفن کروں

۔حضرت عائشہ نے غیرت میں آ کر کہا: گویا کہ آپ اس دن (میری جگہ) کسی دوسری عورت سے ملاقات کرلیں گے۔۔آپ ﷺ نے فرمایا:

ہائے میرا سر! میرے پاس اپنے والد اور بھائی کو بلاؤ تا کہ میں ابوبکر کے متعلق ایک بات لکھ دوں۔ مجھے اندیشہ ہے کہ کوئی آدمی یہ نہ کہے یا کوئی اس بات کی تمنا نہ کرے کہ میں زیادہ حقدار ہوں جبکہ اللہ تعالیٰ اور مسلمان ابوبکر رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی کو قبول نہیں کرتے''۔

[مسند امام احمد : ج٦'ص ١٤٤ ۔سند بالکل صحیح ہے]

خاوند اپنی اہلیہ کو اس شرط پر دفن کرسکتا ہے کہ اس نے گزشتہ رات ہمبستری نہ کی ہو ورنہ اس کے لئے دفن کرنا جائز نہیں' کوئی دوسرا دفن کرنے کے لئے زیادہ بہتر ہے' خواہ اجنبی ہی کیوں نہ ہو (مذکورہ بالا شرط کے ساتھ)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ:

''ہم دخترِ رسول ﷺ کی وفات پر موجود تھے' رسول اللہ ﷺ قبر پر بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے آپ کی آنکھوں سے آنسو بہتے ہوئے دیکھے' پھر آپ ﷺ نے فرمایا: کوئی ایسا ہے جس نے آج رات اپنی اہلیہ سے ہم بستری نہ کی ہو' حضرت ابوطلحہ کہنے لگے ہاں میں ہوں' یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے فرمایا: ''پھر اترو' راوی کا بیان ہے کہ وہ قبر میں اترے اور اس (آپ ﷺ کی بیٹی کو) دفنا دیا''۔

[صحیح بخاری: کتاب الجنائز ' باب من یدخل قبر المرأة /مسند امام احمد : ج٣'ص١٢٦]

{١٠٠}......میت کو قبر کی پچھلی طرف سے داخل کرنا سنت ہے۔

حضرت ابواسحاق بیان فرماتے ہیں کہ:

''حضرت حارث رضی اللہ عنہ نے وصیت فرمائی کہ ان کی نماز جنازہ عبداللہ بن یزید پڑھائیں۔ چنانچہ انہوں نے نمازِ جنازہ پڑھائی' پھر ٹانگوں والی طرف سے انہیں قبر داخل کر دیا اور فرمایا:

''یہ مسنون طریقہ ہے''۔[مصنف ابن ابی شیبة: ج٤'ص ١٣٠ ۔سند صحیح ہے]

حضرت ابن سیرین رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

''میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے ہمراہ ایک جنازے میں تھا' ان کے فرمانے پر میت کو ٹانگوں کی طرف سے قبر میں اتارا گیا''۔

{۱۰۲}......میت کو اس کی قبر میں دائیں کروٹ لٹایا جائے گا' اس طرح اس کا چہرہ قبلہ رو رہے گا۔ اس کا سر قبلہ کے دائیں طرف اور ٹانگیں بائیں رہیں گی' اہل اسلام کا عمل اس طریقے پر رسول اللہ ﷺ کے زمانے سے آج تک یہی ہے۔ زمین پر ہر قبرستان کی یہی شکل ہے''۔

{۱۰۳}......جو آدمی میت کو لحد میں اتارے وہ یہ دعا پڑھے:

''بسم اللّٰه وعلی سنّة رسول اللّٰه ' او ملّة رسول اللّٰه ﷺ''.

[سنن ابی داؤد: کتاب الجنائز' باب فی الدعاء للمیت اذا وضع فی قبره ۔ سند قابل اعتماد ہے]

''اللہ کے نام سے اور رسول اللہ کی سنت کے مطابق یا رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مطابق''۔

یا یہ دعا پڑھے:

''بسم اللّٰه وباللّٰه وعلیٰ ملّة رسول اللّٰه ﷺ''.

[سنن الترمذی' کتاب الجنائز' باب ماجاء مایقول اذا دخل المیت قبره۔ سند قابل اعتماد ہے]

''اللہ کے نام سے اور اللہ کے حکم سے اور رسول اللہ ﷺ کی ملت پر''۔

ان دعاؤں کا رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا ہے۔

{۱۰۵}......جو بھی قبر کے پاس ہو لحد بند ہونے کے بعد اسے تین مرتبہ اپنے دونوں ہاتھوں کو اکٹھے بھر بھر کے مٹی ڈالنی چاہئے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ:

''انّ رسول اللّٰه صلّی جنازة' ثمّ اُوتِی بالمیّت فحثا علیه من قبل رأسه ثلاثا''.

[سنن ابن ماجه' کتاب الجنائز' باب ماجاء فی حثوا التراب فی القبر' حدیث متعدد شواہ سے قابل اعتماد ہے]

''رسول اللہ ﷺ نے جنازہ پڑھایا' پھر میت کے پاس تشریف لائے اور سر کی طرف سے تین مرتبہ دونوں ہاتھ بھر بھر کے مٹی ڈالی''۔

{۱۰۵}......دفن کرنے کے بعد مندرجہ اعمال سنت ہیں:

اول:۔قبر کو زمین سے ایک بالشت جتنا اونچا کیا جائے' زمین کے برابر نہ رہے' تا کہ پہچان رہے اور حفاظ رہے' توہین نہ ہو۔اس کی دلیل انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی یہ روایت ہے:

''**انّ النبی ﷺ اُلحد له لحد' ونُصب علیه اللّبنُ' ورُفع قبره من الارض نحواً من شبرٍ**''. [صحیح ابن حبان و سنن البیهقی:ج۳'ص ۴۱۰۔سند قابل اعتماد ہے]

''نبی کریم ﷺ کے لئے لحد تیار کی گئی' اس پر کچی اینٹیں لگائی گئیں اور زمین سے ایک بالشت جتنی آپ کی قبر بلند کی گئی''۔

دوم:۔قبر کو کوہان نما بنایا جائے۔حضرت سفیان بن دینار التمار رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں:

''**رأیت قبر النبی ﷺ وقبر ابی بکر وعمر مسنّما**''.

[صحیح بخاری: کتاب الجنائز'باب ماجاء فی قبرا لنبی ﷺ وابی بکر وعمر (رضی الله عنهما) سنن البیهقی:ج۴'ص۳]

''میں نے نبی کریم ﷺ کی قبر اور ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی قبروں کو کوہان نما دیکھا ہے''۔

سوم:۔اس پر پتھر یا کسی دوسری چیز کا نشان رکھ دیا جائے تا کہ اس کے اہل خانہ میں سے کوئی فوت ہو تو اس کے پاس دفن کر دیا جائے۔

حضرت مطلب بن وداعۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

''جب حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ فوت ہوئے اور ان کا جنازہ لا کر دفن کر دیا گیا تو رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی سے کہا کہ وہ پتھر لے کر آئے۔وہ آدمی پتھر نہ اٹھا سکا' آپ ﷺ وہاں تک گئے' اور اپنی آستین چڑھائی' حضرت مطلب بیان کرتے ہیں کہ جن صحابی نے مجھے رسول اللہ ﷺ کا یہ واقعہ بیان کیا' وہ فرماتے تھے کہ: گویا کہ میں اب بھی رسول اللہ ﷺ کے بازوں

کی سفیدی دیکھ رہا ہوں جب کہ آپ نے آستین اونچی کی' پھر آپ ﷺ نے پتھر اٹھا کر اس کے سر کی طرف رکھ دیا۔ راوی کا بیان ہے کہ اس سے میں اپنے بھائی کی قبر پہچان سکوں' اور جو میرے خاندان سے مرے گا اس کے قریب دفن کر دوں گا''۔

[سنن ابی داؤد : کتاب الجنائز 'باب فی جمع الموتیٰ فی قبر والقبر یعلم / سنن البیہقی : ج۳'ص ۴۱۲ ۔سند قابل عمل ہے]

چہارم :۔میت کو تلقین نہ کی جائے' جیسا کہ آج کل مشہور ہے' اس لئے کہ اس سے متعلق حدیث صحیح نہیں' بلکہ قبر کے قریب کھڑے ہو کر ثابت قدمی کی دعا کرے' خود بھی میت کے حق میں استغفار کرے اور دوسروں کو بھی استغفار کا کہے۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

''رسول اللہ ﷺ کا معمول تھا کہ جب میت کو دفن کر کے فارغ ہو جاتے تو کھڑے ہو کر فرماتے' اپنے بھائی کے حق میں استغفار کرو اور اس کے لئے ثابت قدمی کی دعا کرو' کیونکہ اس سے اب سوال ہو رہا ہے''۔

{۱۰۶}......دوران دفن حاضرین کو موت اور اس کے بعد آنے والے حالات یاد دلانے کی غرض سے قبر کے پاس بیٹھنا جائز ہے' اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی رغبت یا اس کے خوف سے ڈرانے اور نصیحت کی خطر یہ گفتگو لمبی بھی ہو جائے تو کوئی حرج نہیں۔

جیسا کہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی روایت سے ثابت ہے:

''ایک انصاری کے جنازے میں ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ نکلے' جب ہم قبر کے پاس پہنچے تو ابھی لحد تیار نہیں تھی' چنانچہ رسول اللہ ﷺ (قبلہ رو ہو کر) بیٹھ گئے اور ہم بھی آپ ﷺ کے ارد گرد بیٹھ گئے گویا کہ ہمارے سروں پہ پرندے ہوں' (یعنی ساکت و ساکن' ہمہ تن گوش) آپ ﷺ کے دستِ مبارک میں ایک چھڑی تھی۔ جس سے زمین کرید رہے تھے۔(رسول اللہ ﷺ کبھی آسمان اور کبھی زمین کے طرف دیکھتے' اسی حالت میں آپ نے نگاہ کو تین مرتبہ اوپر نیچے کیا)

پھر دو یا تین مرتبہ ارشاد فرمایا: ﴿......اللّٰھم انّی اعوذبک من عذاب القبر ......﴾
(اے اللہ میں عذاب قبر سے آپ کی پناہ چاہتا ہوں)

پھر فرمایا:

''جب مومن بندہ اس دنیا سے رخصت ہوکر آخرت سدھار رہا ہوتا ہے تو آسمان سے اس کے پاس فرشتے آتے ہیں روشن چہرے گویا کہ سورج' ان کے پاس جنت سے لایا ہوا کفن ہوتا ہے اور جنت ہی کی خوشبوٴ حدِ نگاہ تک وہ آ کر بیٹھ جاتے ہیں۔ آخر میں ملک الموت علیہ السلام تشریف لاتے ہیں۔ او اس کے سر کے پاس بیٹھ کر فرماتے ہیں: ''اے پاکیزہ روح! (دوسری روایت میں مطمئن روح) اپنے پروردگار کی مغفرت وعنایت کے پاس پہنچ''۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

پھر وہ اس طرح نکلتی ہے جیسے پانی کا قطرہ مشکیزے سے ٹپکتا ہے۔ چنانچہ وہ فرشتہ (ملک الموت علیہ السلام) اسے لے لیتا ہے۔ (ایک دوسری روایت میں ہے: جب وہ روح نکل جاتی ہے تو زمین وآسمان کے درمیان ہر فرشتہ اس کے حق میں دعائے رحمت کرتا ہے' اور آسمان کے اندر رہنے والے تمام فرشتے اس کے حق میں دعا کرتے ہیں' اس کے استقبال کے لئے آسمان کے تمام دروازے کھل جاتے ہیں' تمام دروازوں کے نگران اللہ تعالیٰ سے التجا کرتے ہیں کہ اسے ہمارے پاس سے گزارا جائے) جب ملک الموت لے لیتا ہے تو دوسرے فرشتے آنکھ جھپکنے سے پہلے اس سے وصول کر لیتے ہیں' پھر اسے جنتی کفن اور خوشبو میں رکھ لیتے ہیں۔ اس بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿......تَوَفَّتْهُ الْمَلاَئِكَةُ وَهُمْ لاَيُفَرِّطُوْنَ......﴾ [الانعام:٦١]

''ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے اس کی جان نکال لیتے ہیں اور اپنا فرض ادا کرنے میں ذرا کوتاہی نہیں کرتے''۔

اس سے دنیا کی بہترین خوشبو کے لپکے اٹھتے ہیں' پھر جب فرشتے اسے لے کراوپر اتے ہیں تو فرشتوں کی جس جماعت کے پاس سے بھی وہ گزرتے ہیں تو وہ دریافت کرتے ہیں یہ کس کی اتنی اچھی روح ہے؟ فرشتے جواب میں کہتے ہیں: ''یہ صاحب فلاں بن فلاں ہیں''اس اس کے خوبصورت ترین نام سے یادکرتے ہوئے جس سے وہ دنیامیں پکارا جا تا تھا۔اسی طرح وہ فرشتے اسے لے کرآسمان دنیا تک پہنچ جاتے ہیں۔پھر وہ اس خاطر دروازہ کھلوانا چاہتے ہیں تو وہ کھول دیا جاتا ہے۔پھراگلے آسمان تک اس آسمان کے مقرب ترین فرشتے اسے الوداع کہہ کرآتے ہیں' یہی معاملہ ساتویں آسمان تک چلتا ہے۔اس موقع پر اللہ تعالیٰ ارشادفرماتے ہیں:

میرے بندکا نامہ اعمال بلند پایہ لوگوں کے دفتر میں رکھ دو۔

﴿......وَمَا اَدْرَاکَ مَاعِلِّيُّوْنَ ، كِتَابٌ مَّرْقُوْمٌ يَشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ......﴾ [المطففين:۱۹-۲۱]

''آپ کوکیا خبر کہ کیا ہے وہ بلند پایہ لوگوں کا دفتر؟ ایک لکھی ہوئی کتاب ہے جس کی نگہداشت مقرب فرشتے کرتے ہیں''۔

اس کا اعمال نامہ بلند پایہ لوگوں کے دفتر میں رکھ دیا جاتا ہے پھر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''اسے زمین تک واپس پہنچادو' میں نے ان سے وعدہ کیا ہے کہ میں نے ان کو اسی زمین سے پیدا کیا۔اسی میں واپس کردوں گا' اوراسی سے میں ان کو دوبارہ نکالوں گا''۔

پھراسے زمین پر واپس کردیا جاتا ہے' اس کی روح دوبارہ جسم میں ڈال دی جاتی ہے۔(جب اسے ساتھی واپس ہورہے ہوتے ہیں تو ان کے جوتوں کی آواز بھی سنتا ہے)اس کے پاس دو(سخت لب ولہجہ والے)فرشتے آتے ہیں وہ اسے سخت انداز میں حکم دے کر بٹھادیتے ہیں' پھر دونوں اس طرح سوال پوچھتے ہیں:

وہ سوال کرتے ہیں:من ربک؟ (تیرارب کون ہے؟)وہ جواب دیتا ہے:ربّی اللّٰه (میرارب

اللہ ہے)وہ سوال کرتے ہیں: مـا دینک ؟ وہ جواب دیتا ہے: دینی الاسلام (میرا دین اسلام ہے)وہ سوال کرتے ہیں: جوآدمی تمہاری طرف مبعوث بنا کر بھیجا گیا اس کے بارے میں کیا خیال ہے؟ وہ جواب دیتا ہے:هـو رسول الله ﷺ (وہ اللہ کا رسول ہے)وہ سوال کرتے ہیں: تیری معلومات کیا ہیں؟ وہ جواب دیتا ہے: میں اللہ کی کتاب پڑھ کر ایمان لا یا اور تصدیق کی۔

ایک دوسری روایت کے مطابق فرشتہ اسے جھنجوڑ کر کہتا ہے' تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ تیرا نبی کون ہے؟ یہ آخری آزمائش ہے جو کسی مومن کو درپیش ہوتی ہے۔

اسی موقع کے لئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّـذِيْنَ آمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِيْ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا﴾[ابراھیم:۲۷]

''ایمان لانے والوں کو اللہ ایک قولِ ثابت کی بنیاد پر دنیا میں ثبات عطا کرتا ہے''۔

چنانچہ وہ آدمی جواب میں کہتا ہے۔میرا رب اللہ ہے' میرا دین اسلام ہے اور میرے نبی محمد ﷺ ہیں۔چنانچہ منادی کرنے والا آسمان میں اعلان کرتا ہے''میرے بندے نے سچ کہا' اس کا ٹھکانہ جنت بنادؤ جنت کا لباس پہنا دو اور جنت کی طرف ایک دروازہ کھول دؤ جنت کی ہوائیں اور خوشبو اس کے پاس آنے لگتی ہے۔اس کی قبر حدّ نگاہ تک کشادہ کردی جاتی ہے۔آپ ﷺ نے مزید فرمایا: اوراس کے پاس ایک خوش شکل آدمی آتا ہے' جس کے کپڑے بھی خوبصورت' خوشبو بھی عمدہ وہ آ کر کہتا ہے۔''تجھے خوش کن خبر کی بشارت دیتا ہوں (اس کی رضا مندی کی خوش خبر اور ایسے باغات کی خوش خبری جس کی نعمتیں ہمیشہ رہیں گی)اسی دن کا تجھ سے وعدہ کیا گیا تھا۔چنانچہ وہ بھی جواباً کہے گا: اللہ تعالیٰ تجھے بھی خوش وخرم رکھے' تم ہو کون؟ تمہارا چہرہ تو کوئی اچھی خبر لاسکتا ہے' وہ جواب دیتا ہے میں تیرا نیک عمل ہوں' (بخدا میں تو اتنا ہی تجھے جانتا ہوں کہ تم اللہ کی اطاعت میں جلدی کرنے والے اوراس کی نافرمانی میں بہت سست واقع ہوئے ہو اللہ تعالیٰ تجھے بہتر بدلہ دے

گا) پھراس کے لئے ایک جنت کا اور ایک دوزخ کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے اور بتادیا جاتا ہے کہ اگرتم اللہ کی نافرمانی کرتے تو تمہارا یہ مقام ہوتا (دوزخ والا)' اس کی بجائے اللہ تعالیٰ نے یہ مقام (جنت والا) دے دیا ہے۔

جب جنت کی نعمتوں کو دیکھتا ہے تو درخواست کرتا ہے' اے رب قیامت جلد بپا کردے تاکہ میں اپنے اہل و مال تک پہنچ سکوں۔ اسے جواب ملتا ہے ''ابھی آرام کرو''۔

اور جب کافر (دوسری روایت میں بدکار) اس دنیا سے رخصت ہوکر آخرت کو سدھار رہا ہوتا ہے تو آسمان سے اس کے پاس فرشتے آتے ہیں (بڑے سخت اور طاقتور) جن کے چہرے بھی کالے' اور ان کے پاس جہنمی ٹاٹ ہوتے ہیں۔ حدِ نگاہ تک اسے پاس بیٹھ جاتے ہیں۔ آخر میں ملک الموت علیہ السلام تشریف لاتے ہیں۔ اس کے سر کے پاس بیٹھ کر کہتے ہیں: اے خبیث روح! اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور غصے کے پاس پہنچو! پھر اسے کے جسم میں داخل ہوکر اس طرح اس کی روح نکالتے ہیں جیسے گوشت والی نوک دار سیخ بھیگی اون سے نکالی جاتی ہے (اس کی وجہ سے رگیں اور پٹھے ٹوٹ ٹوٹ جاتے ہیں) (زمین و آسمان کے درمیان اور آسمان کا ہر فرشتہ اس پر لعنت بھیجتا ہے۔ آسمان کے تمام دروازے بند کردیئے جاتے ہیں ہر دروازے کا نگران اللہ تعالیٰ سے استدعا کرتا ہے کہ یہ روح یہاں سے نہ گزاری جائے) ملک الموت اسے نکال لیتا ہے' آنکھ جھپکنے سے پہلے دوسرے فرشتے اس کے ہاتھ سے لے کر اس ٹاٹ میں رکھ لیتے ہیں۔ اس ٹاٹ سے ایسی بدبو آتی ہے جیسے زمینی سڑے گلے مردار کی ہو۔ فرشتے اس روح کو لے کر اوپر جاتے ہیں۔ فرشتوں کی جس جماعت کے پاس سے گزرتے ہیں تو وہ پوچھتے ہیں یہ کس خبیث کی روح ہے؟ تو فرشتے اس کا بدترین قسم کا دنیاوی نام لے کر بتاتے ہیں کہ یہ فلاں بن فلاں ہے' اس طرح وہ آسمان دنیا تک پہنچ جاتے ہیں' جب اس کی خاطر دروازہ کھولنے کی درخواست کی جاتی ہے تو نہیں کھولا جاتا' اس موقع پر رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تلاوت فرمائی:

﴿......**لاتفتح لهم ابواب السماء ولا يدخلون الجنّة حتى يلج الجمل فى سمّ الخياط** ......﴾[الاعراف:٤٠]

''ان کے لئے آسمان کے دروازے ہرگز نہ کھولے جائیں گے۔ان کا جنت میں جانا اتنا ہی ناممکن ہے جتنا سوئی کے نالے سے اونٹ کا گزرنا''۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں اس کا نامۂ اعمال قید خانے کے دفتر میں رکھ دو جو کہ سب سے نچلی زمین میں ہے۔پھر فرمایا جاتا ہے: میرے بندے کو زمین میں واپس کردو میں نے ان سے وعدہ کیا تھا کہ اسی سے انہیں پیدا کروں اسی میں واپس کروں گا اور یہیں سے دوبارہ اٹھاؤں گا۔ چنانچہ بہت بری طرح اس کی روح کو آسمان سے نیچے پھینک دیا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اس کے جسم پر آکر گرتی ہے۔پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تلاوت فرمایا:

﴿......**وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّما خَرَّمِنَ السَّمَاءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْتَهْوِىْ بِهِ الرِّيْحُ فِىْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ**......﴾[الحج:٣١]

''اور جو کوئی اللہ کے ساتھ شرک کرے تو گویا وہ آسمان سے گر گیا۔اب یا تو اس پرندے اچک لے جائیں گے یا ہوا اس کو ایسی جگہ لے جا کر پھینک دے گی جہاں اس کے چیتھڑے اڑ جائیں گے''۔

اس کی روح واپس کردی جاتی ہے (فرمایا: جب اس کے ساتھی واپس ہو رہے ہوتے ہیں تو وہ ان کے جوتوں کی آواز سنتا ہے اس کے پاس دو (سخت مزاج فرشتے آتے ہیں پھر اسے جھنجھوڑ کر) بٹھا دیتے ہیں اور اس سے دونوں سوال کرتے ہیں: من ربّک ؟ (تیرا رب کون ہے؟) وہ جواب میں انتہائی پریشانی سے ''لاادری ''(مجھے نہیں معلوم) پھر وہ پوچھتے ہیں:''ما دینک '' (تیرا دین کیا ہے؟) وہ پھر پریشانی کے ساتھ ''لاادری''(مجھے خبر نہیں) وہ پوچھتے ہیں کہ جو آدمی تمہاری

طرف رسول بنا کر بھیجا گیا تھا اس کے بارے میں کیا رائے ہے؟ تو اسے نام کا بھی نہیں پتہ ہوتا۔ جب بتایا جاتا ہے کہ "محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے۔ تو وہ پریشانی کے عالم میں کہتا ہے (مجھے تو خبر نہیں البتہ لوگوں کو ایسے کہتے ہوئے سنا ہے اس سے جاتا ہے کہ نہ تو خود پہچان سکا اور نہ تو نے کسی کی پیروی کی) آسمان سے اعلان کرنے والا اعلان کرتا ہے کہ یہ جھوٹا ہے اس کے لئے آگ کا بچھونا مہیا کرو' آگ کی طرف ایک دروازہ بھی کھول دو۔

چنانچہ اس پاس جہنم کی گرمی اور لو آتی ہے۔ اس کی قبر کے پاس بدنما چہرے کا آدمی آتا ہے۔ کپڑے بھی بہت گندے ہوتے ہیں اور غلیظ بدبو اٹھ رہی ہوتی ہے۔ وہ آکر کہتا ہے ہے ایک تکلیف دہ خبر ہے یہ وہی دن ہے جس کا تجھ سے وعدہ کیا گیا تھا۔ یہ (مردہ) اسے کہتا ہے اللہ تعالیٰ تجھے بھی تکلیف دہ خبر سے دوچار کرے' تم کون ہو؟ ایسا چہرہ تو کوئی بری خبر ہی لا سکتا ہے۔ وہ جواباً کہتا ہے: میں تیرا خبیث عمل ہوں (بخدا میری معلومات تو نیکی میں بڑا سست اور برائی کے معاملے میں بڑا چست تھا) چنانچہ اللہ تعالیٰ تجھے برا ہی بدلہ دے گا۔ پھر اس کے اوپر ایک اندھا' گونگا بہرا داروغہ مقرر کر دیا جاتا ہے۔ جس کے ہاتھ میں لوہے کی سلاخ ہوتی ہے کہ اگر پہاڑ پر بھی ماردی جائے تو اس کو ریزہ ریزہ کر دے' پھر وہ ایک ایسی کاری ضرب لگاتا ہے جس سے وہ مٹی ہو جاتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ اسے دوبارہ سابقہ حالت پر کر دیتا ہے۔ پھر وہ اسے دوبارہ ایک ضرب لگاتا ہے جس کی تکلیف سے وہ چیخ مارتا ہے جسے جن وانس کے علاوہ ہر جاندار سنتا ہے۔ اس کے لئے آگ کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے اور آگ کا ہی بچھونا ہوتا ہے) وہ استدعا کرتا ہے: اے پروردگار قیامت بپا نہ ہو"۔

[مستدرك على الصحيحين للامام الحاكم ج ١'ص٣٧ـ ٤٠ /مسند الامام احمد بن حنبل : ج٤'ص٢٨٨ ـ ٢٩٥ـ٢٩٦ سند بالکل صحیح ہے۔ سنن ابی داؤد 'النسائی' ابن ماجہ اور دیگر کتب حدیث نے بعض حصے روایت کئے ہیں]

{۱۰۷}...... کسی واقعی ضرورت کے تحت میت کو قبر سے نکالنا جائز ہے مثلاً: اگر وہ بغیر غسل یا کفن کے دفن ہوا ہو' یا

اسی طرح کی کوئی ضرورت ہو۔حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

''عبداللہ بن ابی کو قبر میں اتارے جانے کے بعد رسول اللہ ﷺ تشریف لائے' آپ کے حکم سے اسے نکالا گیا۔آپ نے اسے گھٹنوں پر رکھ کر لعاب مبارک اس پر تھوکا' اور اپنی قمیص بھی اسے پہنائی۔(حضرت جابر کہتے ہیں کہ اس کی نمازِ جنازہ بھی ادا فرمائی) فاللہ اعلم

[صحیح بخاری: کتاب الجنائز'باب هل یخرج المیت من القبر واللحد لعله ؟ صحیح مسلم کتاب صفات المنافقین واحکامهم ـ حدیث ۲]

(عبداللہ بن ابی نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو اپنی قمیص پہنائی تھی)

[یعنی عبداللہ بن ابی جو مشہور منافق تھا اس کو رسول اللہ ﷺ نے اپنی قمیص شاید اس لئے پہنائی کہ جب آنخضرت ﷺ کے چچا غزوہ بدر میں قیدی بن کر آئے تو ان کے بدن پر کپڑے نہیں تھے'اس روز عبداللہ بن ابی نے اپنی قمیص ان کو پہننے کے لئے دی آپ نے اسی احسان کا بدلہ اتارا۔قرآن مجید میں منافقین کی نماز جنازہ پڑھنے کی ممانعت آئی ہے جیسا کہ اوپر مسئلہ ۶۱ میں تفصیل سے ذکر ہے]

{۱۰۸}......کسی آدمی کے لئے مناسب نہیں کہ مرنے سے پہلے اپنی قبر تیار کرلے۔اس لئے کہ نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام نے ایسا نہیں کیا۔کسی بندے کو یہ خبر ہی نہیں کہ وہ کہاں مرے گا' اگر موت کی تیاری کرنی مقصود ہے تو نیک عمل سے ہوسکتی ہے۔

''الاختیارات العملیة '' میں شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے یہی بات ذکر کی ہے:

تعزیت

{۱۰۹}......میت کے متعلقین سے تعزیت کرنا شرعی حکم ہے۔اس بارے میں دو حدیثیں ہیں:

''رسول اللہ ﷺ جب تشریف رکھتے تو کئی ایک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کی خدمت میں آ کر بیٹھ جاتے' ان میں سے ایک صاحب کا چھوٹا سا بچہ تھا' اسے پشت پر بٹھا کر لاتے اور اپنے سامنے بٹھا لیتے' (رسول اللہ ﷺ نے دریافت کیا تم اس سے محبت کرتے ہو؟ اس نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ آپ سے محبت فرمائے جیسی میں اس سے محبت کرتا ہوں) وہ بچہ فوت ہو گیا۔ چنانچہ اس آدمی کا اپنے بیٹے کی یاد اور غم کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کی محفل میں آنا بند ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے جب اسے نہ دیکھا تو فرمایا: میں فلاں آدمی کو نہیں رہا؟

صحابہ نے کہا: اس جو بچہ آپ نے دیکھا تھا وہ فوت ہو گیا ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ملاقات کر کے اس سے بچے کے بارے میں دریافت کیا؟ اس نے بتایا ''وہ فوت ہو گیا ہے'' آپ ﷺ نے اسے تسلی دیتے ہوئے فرمایا: اسے فلاں! کون سی صورت تجھے زیادہ پسند ہے یہ کہ تم اس سے دنیاوی زندگی میں فائدہ اٹھاؤ یا کل روز قیامت تجھ سے آگے بڑھ کر تمہارے لئے جنت کا دروازہ کھول دے؟ اس نے عرض کیا: یا نبی اللہ! یہ مجھے زیادہ پسند ہے کہ وہ آگے بڑھ کر میرے لئے جنت کا دروازہ کھول دے'' تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ تو تیرے لئے ہو چکا ہے۔

ایک انصاری نے دریافت کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ میں قربان! کیا یہ اس کی خصوصیت ہے یا ہم سب کے لئے ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا:

''بلکہ تم سب کے لئے ہے''۔

[سنن النسائی: کتاب الجنائز' باب فی التعزیہ /مستدرك حاکم: ج ۱' ص ۳۸٤ سند صحیح ہے]

ثانی: حضرت انس بن مالک رضی اللہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ:

''جو اپنے مسلمان بھائی کی مصیبت میں اظہار ہمدردی کرتا ہے' اللہ تعالیٰ روزِ قیامت اسے قابل رشک پوشاک پہنائیں گے''۔

کسی نے دریافت کیا: یُحبَرُ'' سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا: ''جو قابل رشک ہو''۔

[تاریخ بغداد: ج۷'ص۳۹۷/تاریخ دمشق: ج۱۵ سند بالکل صحیح ہے]

{۱۱۰}......اہل خانہ اس طرح تعزیت کرے جوان کے لئے باعثِ تسلی اور انہیں غم سے روک دے' اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر رضا اور صبر کا باعث بنے۔ جو الفاظ رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہیں اگر وہ یاد نہ ہوں تو جس طرح بھی بآسانی احسن انداز سے یہ مقصد حاصل ہو سکے تعزیت کرے' البتہ شریعت اسلامی کی خلاف ورزی نہ کرے جیسا کہ بعض لوگ کہتے ہیں: ''اللہ تجھے اس کی عمر دے دے''۔

اظہار تعزیت سے متعلق کئی احادیث ہیں:

اول:۔حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ:

''رسول اللہ ﷺ کی ایک صاحبزادی نے پیغام بھیجا کہ اس کی بچی یا بچہ حالت نزع میں ہے' چنانچہ آپ ہمارے ہاں تشریف لائیں۔آپ نے واپسی پر پیغام بھیج کر فرمایا:

''اللہ تعالیٰ جو بھی لیتا ہے یا دیتا ہے وہ اسی کا ہے' اور ہر چیز کا ایک وقت مقرر ہے' لہٰذا صبر کرو اور اجر کی طلبگار رہو''۔

[صحیح بخاری: کتاب الجنائز'باب قول النبی ﷺ یعذب المیت ببعض بکاء اهله علیه /صحیح مسلم: کتاب الجنائز'باب البکاء علی المیت/سنن النسائی: کتاب الجنائز'باب الامر بالاحتساب والصبر عندنزول المصیبة]

یہ الفاظ اگر چہ قریب المرگ کے لئے ثابت ہیں۔معنی حدیث کے لحاظ سے جو مر چکا ہو وہ ان کا زیادہ حقدار ہے۔امام نووی رحمۃ اللہ علیہ ''الاذکار'' میں فرماتے ہیں کہ:

''یہ حدیث اظہار تعزیت کے لئے بہت عمدہ ہے''۔

دوم:۔انصاری عورت کے بچے کی تعزیت کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا:

''مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم نے اپنے بچے پر جزع فزع کیا ہے پھر آپ نے اللہ کے تقویٰ اور صبر کی تلقین فرمائی۔ کہنے لگی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں کیوں نہ جزع فزع کروں، میں ایسی عورت ہوں جو ''رقوب'' (جس کا بچہ زندہ نہ بچے) ہے اور میرا صرف یہی بچہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''رقوب'' تو وہ ہے جس کا بچہ باقی رہے، پھر فرمایا: جس مسلمان مرد یا عورت کے تین بچے فوت ہو جائیں اگر وہ اللہ سے اجر کا طلبگار رہے، تو اللہ تعالیٰ ان سے ان بچوں کی وجہ سے جنت میں داخل کروے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: (جبکہ وہ آپ کے دائیں طرف تھے) میرے والدین قربان! اور دو کا کیا حکم ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں دو کی وجہ سے بھی''۔

[مستدرك حاكم: ج ۱، ص ۳۸٤ سند قابل اعتماد ہے]

سوم: حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے تو فرمایا:

''اے پروردگار! ابوسلمہ کی مغفرت فرما! اہل ہدایت میں اس کا درجہ بلند فرمادے اس کے پسماندگان کا والی بن جا۔ اے رب العالمین! ہماری اور اس کی بخشش فرمادے، اس کی قبر کشادہ کر کے نور سے بھر دے''۔ (مکمل حدیث مسئلہ نمبر ۱۷ میں گزر چکی ہے)

چہارم:۔حضرت عبداللہ بن جعفر سے ان کے والد جعفر (رضی اللہ عنہما) کی موت پر اظہار افسوس کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اے اللہ! خاندان جعفر کا والی بن جا۔ اور عبداللہ کی کمائی میں برکت عطا فرما۔ (یہ بات آپ نے تین مرتبہ دہرائی)۔''

(مکمل حدیث مسئلہ نمبر ۱۱۱ میں موجود ہے)

{۱۱۱}......تعزیت تین دن تک محدود نہیں بلکہ جب بھی مفید محسوس کرے کر سکتا ہے۔حضور اکرم ﷺ سے تین روز کے بعد بھی تعزیت کرنا ثابت ہے۔حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ:

''رسول اللہ ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ کی سپہ سالاری میں ایک لشکر روانہ کیا۔اور فرمایا: اگر زید قتل یا شہید ہو جائے تو تمہارا امیر جعفر ہوگا اور اگر یہ قتل یا شہید ہو جائے تو تمہارا امیر عبداللہ بن رواحہ ہوگا۔رضی اللہ عنہم اجمعین

جب دشمن سے مڈ بھیڑ ہوئی تو حضرت زید نے جھنڈا سنبھالا' وہ لڑتے لڑتے شہید ہو گئے' پھر جھنڈا حضرت جعفر نے سنبھالا' وہ بھی لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔پھر حضرت عبداللہ نے جھنڈا لیا وہ بھی لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔پھر حضرت خالد بن ولید نے جھنڈا لیا۔چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ پر فتح عطا فرمائی۔رضی اللہ عنہم اجمعین

یہ خبر آنے کے بعد رسول اللہ ﷺ عام لوگوں میں تشریف لائے' اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کے بعد فرمایا:

''تمہارے بھائی دشمن سے لڑے' زید جھنڈا سنبھال کر لڑتے رہے' حتیٰ کہ قتل ہو کر شہادت پائی' پھر ......پھر......پھر جھنڈا سیف من سیوف اللہ خالد بن ولید کے ہاتھ آیا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعے فتح عطا فرمائی''۔

پھر آپ تین دن تک آل جعفر کے ہاں جانے سے رکے رہے' پھر آپ ﷺ ان کے پاس تشریف لائے تو فرمایا:

''آج کے بعد میرے بھائی کو نہ رونا' میرے دونوں بھتیجوں کو بلاؤ' حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ: جب ہم آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو بہت چھوٹے تھے' آپ ﷺ نے فرمایا:

''حجام کو بلاؤ'' حجام نے آ کر ہمارے سر مونڈ دیئے' پھر آپ نے فرمایا:

''محمد تو ہمارے چچا ابو طالب کا ہم شکل ہے اور عبداللہ شکل اور اخلاق میں مجھ سے ملتا ہے''۔

اس موقع پر آپ نے میرا ہاتھ بلند کر کے دعا فرمائی:

''اے اللہ خاندانِ جعفر کا والی بن جا! عبداللہ کے ہاتھ میں (کمائی میں) برکت دے۔ یہ بات آپ نے تین مرتبہ دہرائی''۔

پھر ہماری والدہ تشریف لے آئیں۔ آپ ﷺ سے ہماری یتیمی کا تذکرہ کیا اور اپنا غم آپ کو بتانے لگیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''تمہیں ان کی تنگدستی کا فکر ہے؟ ان کا تو میں خود دنیا و آخرت میں سرپرست ہوں''۔

[مسند احمد: ج ۱، ص ۲۰٤ سند صحیح ہے]

{۱۱۲}......دو باتوں سے پرہیز کرنا چاہئے اگرچہ اکثر لوگ یہ کام مسلسل کر رہے ہیں:

ا:۔ کسی مخصوص جگہ پر تعزیت کی خاطر جمع ہونا۔ جیسے گھر، قبرستان یا مسجد وغیرہ۔

ب:۔ تعزیت کرنے والوں کے لئے کھانے کا انتظام کرنا۔

حضرت جریر بن عبداللہ البجلی رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ

''ہم میت کے گھر میں اکٹھا ہونا، اور دفن کے بعد کھانا تیار کرنا ''نیاحۃ'' میں شمار کرتے تھے''۔

[مسند احمد: ج ۲، ص ۲۰٤ / سنن ابی دأود کتاب الجنائز، باب ماجاء فی النھی عن الاجتماع الی اھل المیت وصنعۃ الطعام سند بالکل صحیح ہے]

(''نیاحۃ'' کا لغوی معنی مفہوم مسئلہ نمبر ۲۲ میں گزر چکا ہے۔ یہ معنی معنوی لحاظ سے اس کے قریب ہے اور یہ ایک صحابی کی رائے ہے جو صحابہ کرام کے عمل کی ترجمانی کرتی ہے۔ جبکہ صحابہ کرام مزاج شریعت سے سب سے زیادہ واقف ہوتے ہیں اور اس کھانے سے مراد دفن کے فوراً بعد یا مخصوص طور پر تیا کیا گیا کھانا ہے البتہ کسی آنے والے کے لئے عام کھانا پیش کرنا منع نہیں ہے)

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

''تعزیت کی خاطر بیٹھنے کوامام شافعی' مصنف کتاب اور دیگر بہت سارے اہل علم ناپسند فرماتے ہیں (رحمہم اللہ تعالیٰ) ان کا کہنا ہے کہ تعزیت کی خاطر اس شکل میں بیٹھنا منع ہے کہ میت کے متعلقین ایک جگہ جمع ہو جائیں اور جو تعزیت کرنا چاہے ان کے پاس پہنچ جائے۔ان کی رائے ہے کہ متعلقین میت کو اپنے کاموں میں مصروف ہو جانا چاہئے' جو ان سے ملے تعزیت کرلے' تعزیت کی خاطر عورتوں اور مردوں کے اجتماع کی کراہت میں کوئی فرق نہیں''۔[المجموع:ج۵'ص۳۰٦]

جس بات کی طرف امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اشارہ کیا ہے۔امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات کتاب الام ج۱'ص۲۴۸ میں فرمائی ہے:

''اظہار افسوس کے لئے جمع ہونا خواہ اس میں رونا بھی نہ ہو اس لئے کہ یہ غم کو تازہ کرتا ہے اور اخراجات بھی ہوتے ہیں۔اس سلسلے میں ایک صحابی کی رائے بھی گزر چکی ہے''۔

گویا کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ حضرت جریر بن عبداللہ والی حدیث کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:''مصنف اور دیگر اہل علم نے اس بات سے استدلال کیا ہے کہ یہ طریقہ بعد میں ایجاد ہوا ہے''۔(یعنی بدعت ہے)

ایسا ہی حکم شارع ہدایہ امام ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ نے ج۱'ص۴۷۳ میں لگا ہے کہ اہل میت کی طرف سے مہمان داری کا کھانا مکروہ ہے اور اسے بہت بری عادت قرار دیا ہے۔

مسلک امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے علماء کا بھی یہی فتویٰ ہے۔ملاحظہ ہو''الانصاف''ج۲'ص۵٦۵

{۱۱۳}......سنت تو یہ ہے کہ اہل میت کے لئے رشتہ دار اور پڑوسی کھانے کا انتظام کریں۔حضرت جعفر والی حدیث میں ہے کہ:جب حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر ملی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اِصنعوا لآلِ جعفر طعاماً فقد اتاهم امرٌ يشغلهم او اتاهم مايشغلهم''.

[سنن ابی داؤد:کتاب الجنائز باب صنعة الطعام لاهل الميت/سنن الترمذی کتاب الجنائز'باب فی الطعام يصنع لاهل الميت۔سند قابل اعتماد ہے]

''خاندان جعفر کے لئے کھانا تیار کرو' ان کے پاس ایسی خبر آئی ہے۔جس نے انہیں مشغول کر دیا ہے۔امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کتاب الامام: ج۱'ص۲۷۴فرماتے ہیں کہ:

''میت کے پڑوسیوں اور رشتہ داروں کا یہ کام پسند کرتا ہوں کہ وہ ایک دن رات کا کھانا اہل میت کے لئے تیار کے لئے تیار کریں۔یہ سنت بھی ہے اور اچھا کام بھی! جو صاحب خیر یہ کام کرے ہم بھی قبول کرتے ہیں اور بعد والے بھی قبول کریں گے۔پھر حضرت عبداللہ بن جعفر والی حدیث بیان فرمائی''۔

{۱۱۴}......یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرنا اور شفقت کرنا مستحب ہے۔

حضرت عبداللہ بن جعفر بیان فرماتے ہیں کہ:

''میں،قثم اور عبیداللہ بن عباس چھوٹے بچے تھے۔ہم کھیل رہے تھے۔رسول اللہ ﷺ اپنی سواری پر گزرے۔آپ ﷺ نے میری طرف اشارہ کر کے کہا' اسے اٹھا دو' پھر مجھے اپنے آگے بٹھالیا ،قثم کے متعلق فرمایا: اسے بھی اٹھا دو' اس کو پیچھے بٹھالیا۔جب کہ عبیداللہ حضرت عباس کو قثم سے زیادہ عزیز تھا۔آپ ﷺ نے اپنے چچا کے جذبات کا بھی لحاظ نہ کیا (کہ قثم کو تو اٹھالیا اور عبید اللہ کو چھوڑ دیا) پھر آپ نے تین مرتبہ میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور ہر مرتبہ یہ فرمایا: اے اللہ! اولادِ جعفر کا والی بن جا۔راوی کہتا ہے میں نے حضرت عبداللہ سے پوچھا قثم کا کیا ہوا؟ کہا شہید ہو گیا۔ میں نے کہا:''اللہ اور اس کا رسول ﷺ بھلائی کو بہتر جانتے ہیں'' آپ نے کہا:''ہاں ہاں''۔

[مسند احمد: ج ۱'ص ۲۰۴-۲۰۵ /سنن الکبریٰ للبیهقی ج ٤'ص ٦٠]

وہ کام جن سے میت کو فائدہ پہنچتا ہے

{۱۱۵}......میت کو دوسرے کئی کاموں سے فائدہ پہنچتا ہے۔

اول:۔کسی مسلمان کا میت کے حق میں دعا کرنا۔جبکہ شروط قبولیت مکمل ہوں' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ جَاؤُوْا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلاَ تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ آمَنُوْا رَبَّنَا اِنَّكَ رَؤُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴾[الحشر:۱۰]

''اور وہ لوگ جو اگلوں کے بعد آئے ہیں کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہمیں اور ہمارے ان سب بھائیوں کو بخش دے جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں۔اور ہمارے دلوں میں اہل ایمان کے لئے کوئی بغض نہ رکھ۔اے ہمارے رب تو بڑا مہربان اور رحیم ہے''۔

اس بارے میں احادیث تو بہت ہیں چند ایک کا تذکرہ گزر چکا ہے۔باقی زیارت القبور کے مسئلے میں ذکر ہوں گی۔رسول اللہ ﷺ نے مردوں کے حق میں دعا فرمائی اور دوسروں کو بھی دعا کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

''ایک مسلمان جب اپنے بھائی کی عدم موجودگی میں اس کے لئے دعا کرتا ہے تو وہ دعا قبول ہوتی ہے۔ہر آدمی کے پاس ایک نگران فرشتہ ہوتا ہے جب بھی آدمی اپنے بھائی کے حق میں دعا کرتا ہے تو نگران فرشتہ آمین کہتا ہے اور کہتا ہے کہ تجھے بھی ایسا ہی ملے''۔

[صحیح مسلم:کتاب الذکر والدعا باب فضل الدعا ' للمسلمین بظهر الغیب /سنن ابی داؤد :کتاب الصلاۃ باب الدعا بظهر الغیب]

بلکہ نمازِ جنازہ کا بڑا حصہ اس بات کی دلیل ہے۔اس لئے کہ زیادہ تر اس میں میت کے حق میں دعا اور استغفار ہوتا ہے جس کی تفصیلات گزر چکی ہیں۔

دوم:۔میت کے قریبی رشتہ دار کا میت کی طرف سے روزے کی قضا دینا' اس بارے میں کئی احادیث ہیں:

ا:۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"من مات وعليه صوم صيام، صام عنه وليّه".

[صحيح بخاری: كتاب الصوم باب من مات وعليه صوم/صحيح مسلم كتاب الصوم باب قضاء الصيام عن الميت]

"جو آدمی مر جائے اور اس ذمے روزے ہوں تو اس کا قریبی رشتہ دار وہ روزے رکھے"۔

اس حدیث سے مراد نذر کے روزے ہیں، رمضان کے فرض روزے نہیں جس کی تفصیلی بحث "اصل کتاب" میں موجود ہے۔

((محدث العصر جناب ناصر الدین الالبانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب "احکام الجنائز وبدعھا" میں اس بحث کو بڑے علمی انداز سے بیان فرمایا ہے۔ ملاحظہ ہو اس کا صفحہ نمبر ۱۷۰۔۱۷۱ اور حاشیہ نمبر ا۔ اس کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے دریافت کیا کہ میری والدہ کے ذمے رمضان کے روزے ہیں کیا میں اس کے بدلے ادا کردوں؟ تو انہوں نے کہا: نہیں! بلکہ ایک دن کے بدلے نصف صاع صدقہ کرو"۔

[مشكل الآثار للطحاوی: ج٣، ص ١٤٢ المحلی لابن حزم: ج٧، ص ٤ سند قابل اعتماد هے]

اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: "اگر کوئی آدمی رمضان میں بیمار ہو کر مر جائے اور روزہ نہ رکھ سکے تو اس کے بدلے کھانا کھلایا جائے گا۔ قضا نہیں ہوگی۔ اور اگر میت کے ذمے نذر کے روز تھے تو اس کے بدلے اس کا قریبی رشتہ دار قضا روزے رکھے گا"۔[سنن ابی داؤد: كتاب الصوم، باب فيمن مات وعليه صيام]

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور امام احمد بن حنبلؒ کا یہی فتویٰ ہے۔ واضح رہے کہ بخاری و مسلم کی مذکورہ بالا حدیث کی راوی بھی خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ اور بخاری، ابوداؤد، نسائی اور ترمذی میں موجد حدیث (جس میں نبی اکرم ﷺ نے نذر کی قضاء کی اجازت دی ہے) کے راوی خود ابن عباس رضی اللہ عنہ ہیں۔ اور یہ مسلم قاعدہ ہے کہ راوی حدیث (صحابی) مفہوم حدیث کو زیادہ بہتر جانتا ہے۔ عقلاً بھی یہی بات زیادہ صحیح ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے فرض کردہ احکام کی قضا کوئی دوسرا نہیں دے سکتا۔ جیسے نماز، توبہ اور اسلام وغیرہ۔ البتہ خود عائد کردہ اعمال کی قضا دوسرا دے سکتا ہے۔ جیسے قرض وغیرہ۔

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے اس بحث کو "اعلام الموقعین" ج ۳، ص ۵۵۴ اور تہذیب السنن: ج ۳، ص ۲۷۹۔۲۸۲ میں تفصیلاً نقل کیا ہے۔[مختصر از بحث الامام البانی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ]))

۲:۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ:

''ایک عورت نے سمندری سفر پر روانہ ہوتے ہوئے نذر مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے بسلام پار لگا دیا تو ایک ماہ کے روزے رکھوں گی' اللہ تعالیٰ نے تو بسلامت پار لگا دیا لیکن مرتے دم تک وہ روزے نہ رکھ سکی۔اس کی کسی قریبی رشتہ دار نے (بہن یا بیٹی نے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر سارا واقعہ بیان کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[سنن ابی داؤد : کتاب الایمان 'دارالنذور باب قضاء النذر عن المیت ۔ سند صحیح ہے]

سوم:۔قریبی رشتہ دار یا کسی دوسرے کی طرف سے قرض ادا کرنا جس کی تفصیلات گزر چکی ہیں۔[ملاحظہ ہو مسئلہ:۱۷''ز'']

چہارم:۔نیک بچہ جو بھی اچھے کام کرے گا' اس کے والدین کو اس کے مساوی اجر ملے گا اور اس کے اپنے اجر میں بھی کوئی کمی نہیں آئے گی۔اس لئے کہ بچہ والدین کی محنت اور کوشش کا نتیجہ ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَاَنَّ لَيۡسَ لِلۡاِنۡسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ﴾[النجم:۳۹]

''اور یہ انسان کے لئے کچھ نہیں مگر وہ جس کی اس نے سعی کی ہو''۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''انّ اطیب ما اکل الرّجل من کسبه ' وانّ ولده من کسبه ''.

[سنن ابی داؤد : کتاب البیوع ' باب فی الرجل یاکل من مال ولده/سنن الترمذی : کتاب الاحکام باب ماجاء ان الوالد یاخذ من مال ولده ۔سند صحیح ہے]

''سب سے پاکیزہ غذا آدمی کی اپنی کمائی ہے اور اس کی اولاد اس کی کمائی میں شمار ہے''۔

مذکورہ بالا آیت اور حدیث کی تائید کئی ایک دوسری مخصوص احادیث بھی کرتی ہیں۔جن میں وارد ہوا ہے کہ والد کو نیک بچے کے عمل سے فائدہ ہوتا ہے۔جیسے: صدقہ کرنا' روزے رکھنا' یا غلام آزاد کرنا۔

چند ایک ملاحظہ فرمائیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ:

''ایک آدمی نے عرض: میری ماں اچانک فوت ہوگئی اور کوئی وصیت نہیں، میرا گمان ہے کہ اگر بولتی تو صدقہ، اگر میں صدقہ کروں تو کیا اسے اجر ملے گا اور مجھے بھی اجر ملے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! تو اس نے اپنی کی طرف سے صدقہ کیا''۔

[صحیح بخاری: کتاب الجنائز 'باب مایستحب لمن توفی فجاء ان یتصدّقوا عنه /صحیح مسلم: کتاب الزکاۃ' باب وصول ثواب الصدقة عن المیت الیه]

عاص بن وائل السہمی رضی اللہ عنہ نے وصیت کی کہ اس کی طرف سے سو غلام آزاد کر دیئے جائیں۔ اس کے بیٹے ہشام نے پچاس غلام آزاد کر دیئے۔ اس کے بیٹے عمرو نے باقی پچاس غلام آزاد کرنے کا ارادہ کیا۔ اس نے سوچا کہ پہلے رسول اللہ ﷺ سے پوچھ لوں۔ چنانچہ وہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور دریافت کیا: میرے باپ نے سو غلام آزاد کرنے کی وصیت کی تھی۔ ہشام نے اپنی طرف سے پچاس آزاد کر دیئے ہیں۔ اب اس کے ذمے پچاس باقی ہیں کیا میں اس کی طرف سے ادا کر دوں؟ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر وہ مسلمان ہوتا تو پھر تم اس کی طرف سے غلام آزاد کرتے، صدقہ کرتے یا حج کرتے سب کا اجر اسے مل جاتا۔ ایک دوسری روایت میں ہے اگر وہ موحد ہوتا تو تمہارے روزے اور صدقے سے اسے فائدہ پہنچتا''۔

[سنن ابی داؤد: کتاب الوصایا' باب ماجاء فی وصیة الحربی یسلم ولیه ......ان ینفذ سند قابل اعتماد ہے]

پنجم:۔ جو کوئی اچھے کام کرے۔ یا اپنے بعد ہمیشہ رہنے والے نیک کام چھوڑ دے۔ (مرنے کے بعد ان کا اجر ملتا رہے گا) اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے:

﴿............وَنَكْتُبُ مَاقَدَّمُوْا وَ آثَارَهُمْ ....﴾ [یٰس:۱۲]

''جو کچھ افعال انہوں نے کئے ہیں وہ سب ہم لکھ رہے ہیں۔ اور جو کچھ آثار انہوں نے پیچھے چھوڑ دیئے ہیں وہ بھی ثبت کر رہے ہیں''۔

مزید رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

''جب انسان مرجاتا ہے تو ان تین چیزوں کے سوا اس کا اعمال نامہ منقطع ہو جاتا ہے۔

۱۔ جاری رہنے والا عمل ۔۲۔ ایسا علم جس سے لوگ فائدہ اٹھائیں ۔۳۔ نیک بچہ جو اس کے حق میں دعا کرے''۔[صحیح مسلم: کتاب الوصیة ' باب مایلحق الانسان من الثواب بعد وفاته]

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ:

''دن کے ابتدائی حصہ میں ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس تھے تو کچھ لوگ ایسے آئے جن کے پاؤں اور جسم ننگے تھے ۔بس چادریں لپیٹی ہوئی اور تلواریں لٹکائی ہوئی تھیں ۔اکثریت مضر قبیلہ سے تھی بلکہ سارے ہی اس قبیلے سے تھے ۔ان کا ایسا فاقہ دیکھ کر رسول اللہ ﷺ کا رنگ بدل گیا' گھر میں جا کر فوراً واپس آ گئے' بلال کو اذان کا حکم دیا ۔ظہر کی نماز پڑھ کر آپ ﷺ چھوٹے منبر پر چڑھ گئے ۔پھر اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کرتے ہوئے فرمایا:

امابعد: اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں نازل فرمایا ہے کہ:

﴿يَا اَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَّاحِدَةٍ ' وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْراً وَنِسَاءً ' وَاتَّقُوْا اللّٰهَ تَسَاءَ لُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ' اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْباً ٥﴾ [النساء: ۱]

''لوگو! اپنے رب سے ڈرو' جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اسی جان سے اس کا جوڑ ابنایا اور ان دونوں سے بہت مرد و عورت دنیا میں پھیلا دیئے ۔اس خدا سے ڈرو جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے اپنا حق مانگتے ہو اور رشتہ دار و قرابت کے تعلقات کو بگاڑنے سے پرہیز کرو' یقین جانو کہ اللہ تعالیٰ تم پر نگرانی کر رہا ہے''۔

پھر دوسری آیت سورۃ الحشر سے تلاوت فرمائی:

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اتَّقُوْا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ وَاتَّقُوْا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ وَلاَ تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوْ اللّٰهَ فَاَنْسَاهُمْ اَنْفُسَهُمْ اُوْلٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ ٥ لاَيَسْتَوِىْ اَصْحَابُ النَّارِ وَاَصْحَابُ الْجَنَّةِ اَصْحَابُ الْجَنَّةُ هُمُ

الْفَـائِـزُوْنَ﴾[الحشر:۱۸۔۲۰]

''اے لوگو جوایمان لائے ہواللہ سے ڈرواور ہر شخص یہ دیکھے کہ اس نے کل کے لئے کیا سامان کیا ہے۔اللہ سے ڈرتے رہو' اللہ یقیناً تمہارے ان سب اعمال سے باخبر ہے جو تم کرتے ہو۔ان لوگوں کی طرف نہ ہوجاؤ جواللہ کو بھول گئے تو اللہ نے انہیں ان کا اپنا نفس بھلا دیا۔یہی لوگ فاسق میں دوزخ میں جانے والے اور جنت میں جانے والے کبھی یکساں نہیں سکتے جنت میں جانے والی ہی اصل میں کامیاب ہیں''۔

اس وقت سے پہلے صدقہ کرو جب تمہارے اور صدقے کی درمیان موت حائل ہوجائے' آدمی کو دینار'درہم' کپڑے یا ایک صاع گندم یا ایک صاع کھجور صدقہ کرلینا چاہیئے' یہاں تک فرمایا: آدمی کو کھجور کے ایک حصہ کا صدقہ کرنا بھی معمولی نہیں سمجھنا چاہیئے۔صحابہ کرام نے کچھ دیر کردی۔تو آپ کے چہرے سے ناراضگی واضح ہونے لگی۔اچانک ایک انصاری سونے یا چاندی کی تھیلی لے آیا جواس کے ہاتھ سے سنبھالی نہیں جاتی بلکہ عملاً اس کے ہاتھ سے بے بےقابو ہوگئی ہے' رسول اللہ ﷺ نے آگے بڑھ کر اسے تھام لیا اس وقت آپ منبر پر تھے۔اس نے عرض کی' یا رسول اللہ ﷺ! یہ راہ خدا میں ہے۔رسول اللہ ﷺ نے اسے قبول فرمایا' پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے کچھ دیا۔پھر حضرت عمر نے کچھ دیا' پھر باقی مہاجرین اور انصار اٹھے اور انہوں نے دیا۔(رضی اللہ عنہم اجمعین) پھر عام لوگوں نے صدقہ کیا' کوئی دینار دے رہا ہے' کوئی درہم دے رہا ہے اور جس کے پاس جو ہے حصہ ڈال رہا ہے۔حتیٰ کہ میں نے سامان خوردونوش اور کپڑوں کے دو ڈھیر دیکھے اور یہ بھی دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کا چہرہ سونے کی طرح دمک رہا تھا۔

اس موقع پر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جس نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ ایجاد اس کیلئے اس کا اپنا اجر ہوگا اور اس آدمی کا بھی اجر بعد

میں اس پر عمل کرے۔ بعد میں کرنے والوں کے اجر سے کمی بھی نہیں ہوگی۔ جس نے اسلام میں برا طریقہ ایجاد کیا ہے اسے اپنا گناہ بھی ملے گا اور بعد میں اس پر عمل کرنے والوں کا بھی۔ بعد میں کرنے والے گناہ میں بھی کمی نہیں ہوگی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿............وَنَكْتُبُ مَاقَدَّمُوْا وَآثَارَهُمْ ....﴾ [یس:۱۲]

''جو کچھ افعال انہوں نے کئے ہیں وہ سب ہم لکھ رہے ہیں۔ اور جو کچھ آثار انہوں نے پیچھے چھوڑ دیئے ہیں وہ بھی ثبت کر رہے ہیں''۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ صدقات ان (قبیلہ مضر کے فقراء) میں تقسیم کر دیئے''۔

[صحیح مسلم: کتاب العلم باب من سن سنة حسنة او سئية ؍سنن البیهقی : ج٤'ص١٧٥۔٧٦ سند صحیح ہے]

قبرستان کی زیارت

{۱۱۶}......نصیحت اور یادِ آخرت کے لئے قبرستان کی زیارت مسنون ہے۔ بشرطیکہ وہاں کوئی ایسا کام نہ ہو جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب بن جائے۔ مثلاً: اہل قبر سے دعا مانگنا' اللہ تعالیٰ کی بجائے ان سے مدد مانگنا یا صاحب قبر کی خوامخواہ مدح سرائی کرنا۔ یا اس کے جنتی ہونے کا دعویٰ کرنا۔ اس موضوع سے متعلق احادیث بہت مشہور ہیں۔ یہاں ذکر کرنے کا موقع نہیں' جو دیکھنا چاہے اصل کتاب میں دیکھ لے۔

[ملاحظہ ہو: ص۱۷۸' باب زیارۃ القبور]

{۱۱۷}......عورتوں کے لئے مردوں کی طرح زیارت قبور مستحب ہے۔

اس کی متعدد وجوہ ہیں:

اول:۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان: قبروں کی زیارت کرو' عام ہے' اس حکم میں عورتیں بھی شامل ہیں۔ اس کی تفصیل یوں ہے کہ ''ابتداءً جب رسول اللہ ﷺ نے قبروں کی زیارت سے منع فرمایا تھا تو بلاشبہ اس ممانعت میں مرد و عورت دونوں شامل تھے۔ اس موقع پر آپ ﷺ نے یوں فرمایا:

''كنت نهيتكم عن زياة القبور''.

''میں نے تمہیں قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا''۔

اس کے معنی یہ ہوئے کہ آپ نے ابتداءً دونوں جنسوں (مرد و عورت) کو زیارت قبور سے منع فرمادیا' یہ بات واضح ہے تو دوسرے جملے میں بھی آپ نے دونوں جنسوں (مرد و عورت) کو اجازت دیتے ہوئے فرمایا:

''فزوروها''. ''اب زیارت کرو''۔ [مسند احمد: ج۵'ص ۳۵۰۔۳۵۵]

اس حکم کی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ مذکورہ بالا روایت میں مندرجہ ذیل احکام کا بھی ذکر ہے۔

اس حکم کی تائیداس بات سے بھی ہوتی ہے ک مذکورہ بالا روایت میں مندرجہ ذیل احکام کا بھی ذکر ہے۔

''قربانی کے گوشت کوتین روز سے زیادہ روک رکھنے سے منع کیا تھا۔البتہ اب حسب ضرورت رکھ سکتے ہو۔اسی طرح مشکیزے کے سوا نبیذ سے منع کیا تھا۔اب ہر طرح کے برتنوں میں پی سکتے ہو بشرطیکہ نشہ آور نہ ہو''۔

میں کہتا ہوں یہ حکم دونوں جنسوں کے لئے تھے جیسا کہ ''کُنتُ نهیتکم'' والے حکم کا حال ہے۔اگر یہ کہا جائے کہ ''فزوروها'' میں خطاب صرف مردوں کو ہے' تو نظم کلام بگڑ جاتا ہے اوراس کی چاشنی ختم ہو جاتی ہے۔اس طرح کی بات وہ ذات نہیں کہہ سکتی جسے جوامع الکلم عطا ہوئے ہوں اور جو ''ضاد'' کا حرف بولنے والوں میں فصیح اللسان ہو اس رائے کی تائید مندرجہ ذیل باتیں بھی کرتی ہیں:

ثانی: جس سبب سے زیارت قبور مسنون قرار دی گئی ہے' عورتیں بھی اس میں شامل ہیں کہ حدیث کے الفاظ ہیں:''کیونکہ قبرستان کی زیارت دل کو نرم کرتی ہے' آنکھوں سے آنسو بہاتی ہے اور آخرت کو یاد دلاتی ہے''۔

ثالث: رسول اللہ ﷺ نے بالخصوص عورتوں کو زیارت قبور کی اجازت دی ہے۔اس مسئلہ سے متعلق دو حدیثیں ہیں۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ:

(۱) حضرت عبداللہ بن ابی ملیکہ کہتے ہیں کہ:

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ایک دن قبرستان سے تشریف لائیں۔میں نے دریافت کیا: ام المومنین کہاں سے تشریف لا رہی ہیں؟ فرمایا: عبدالرحمٰن بن ابی بکر کی قبر سے (یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھائی تھے) میں نے عرض کی: کیا رسول اللہ ﷺ نے زیارتِ قبور سے منع نہیں کیا تھا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! لیکن بعد میں جانے کا حکم بھی دیا تھا''۔

[مستدرك حاكم: ج ۱'ص ۳۷٦ /سنن ابن ماجه: كتاب الجنائز 'باب ماجاء فی زيارة القبور سند صحیح ہے]

ایک دوسری روایت ہے کہ ''رسول اللہ ﷺ نے قبرستان کی زیارت کی اجازت دی تھی''۔

''محمد بن قیس بن مخرمۃ بن المطلب نے ایک دن کہا' میں اپنی اور اپنی والدہ کی بات نہ بتاؤں؟ ہم

نے سمجھا کہ وہ اپنی حقیقی والدہ کی بات کہہ رہے ہیں۔ کہنے لگے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا کہ میں تمہیں اپنی اور رسول اللہ ﷺ کی ایک روداد نہ سناؤں: ہم نے کہا۔ ہاں ہاں! تو فرمانے لگے:

''ایک روز میری باری پر رسول اللہ ﷺ میرے ہاں تھے۔ گھر پہنچ کر آپ نے اپنی چادر رکھ دی۔ جوتے بھی اتار کر پاؤں کے قریب رکھ دیئے اور اپنی چادر کا ایک حصہ بستر پر بچھا کر لیٹ گئے۔ تھوڑی دیر بعد جب انہیں اندازہ ہوا کہ میں سو چکی ہوں تو آہستہ سے چادر اٹھائی چپکے سے جوتے پہنے، دروازہ کھول نکل گئے اور آہستہ سے دروازہ بند کر دیا۔ چنانچہ میں نے بھی اوڑھنے کی چادر سر پر رکھی اور تیار ہوگئی۔ پھر میں آپ ﷺ کے پیچھے پیچھے چلی حتیٰ کہ آپ ﷺ بقیع تشریف لائے۔ آپ دیر تک ٹھہرے رہے، پھر آپ نے تین مرتبہ ہاتھ اٹھا کر دعا کی، جب آپ پلٹے تو میں بھی پلٹ پڑی۔ آپ نے قدم تیز کئے تو میں بھی تیز ہوگئی۔ آپ ﷺ نے بھاگنا شروع کر دیا تو میں بھی دوڑنے لگی، آپ بھی پہنچے، میں بھی پہنچ گئی لیکن ذرا پہلے، بس میں لیٹی ہی تھی کہ آپ ﷺ تشریف لے آئے، پوچھا عائش (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا لاڈ کا نام) سانس کیوں پھول رہا ہے، میں نے کہا: کوئی بات نہیں۔ فرمایا: بتادو تو ٹھیک ہے ورنہ اللہ علیم وخبیر بتادے گا۔ میں نے کہا: میرے والدین آپ پر نثار! پھر میں نے ساری بات بتادی۔

آپ نے فرمایا: وہ کالا سا سایہ میرے آگے آگے تم تھیں؟

میں نے کہا: ہاں! پھر آپ ﷺ نے میرے سینے پر زوردار ہاتھ مارا جس سے مجھے تکلیف ہوئی، پھر فرمایا: تمہارا کیا خیال ہے کہ اللہ اور اس کا رسول تمہارے ساتھ ناانصافی کریں گے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: لوگ جتنا بھی چھپاتے رہیں اللہ تو جانتا ہی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! پھر آپ نے حقیقت حال بیان فرماتے ہوئے کہا: ''جب تم نے دیکھا اس وقت جبریل

آمین آئے تھے۔انہوں نے مجھے آہستہ سے بلایا تا کہ تمہیں اطلاع نہ ہو۔میں نے بھی آہستہ سے جواب دیا تا کہ تمہیں خبر نہ ہو۔وہ تمہارے پاس نہیں آسکتے تھے کیونکہ تم نے کپڑے اتار لئے تھے۔میرا خیال تھا کہ تم سو چکی ہو' تمہیں جگانا میں نے پسند نہ کیا' مجھے اندیشہ تھا کہ تم ڈر وگی۔جبریل امین نے آکر کہا: تمہارے رب کا حکم ہے کہ بقیع میں جا کر ان کے حق میں دعائے مغفرت کرو'۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ: میں نے دریافت کیا اے اللہ کے رسول ﷺ میں (ایسے موقع پر) ان کے لئے کیا کہا کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہو:

''مومن اور مسلمان گھر والوں پر اللہ تعالیٰ کی سلامتی ہو۔اللہ تعالیٰ اگلوں اور پچھلوں پر رحمت فرمائے ہم بھی انشاءاللہ تمہارے پاس پہنچنے والے ہیں''۔

[صحیح مسلم : کتاب الجنائز 'باب مایقال عند دخول المقابر /سنن النسائی : کتاب الجنائز 'باب الامر بالاستغفار للمومنین /مسند امام احمد بن حنبل : ج٦'ص ٢٢١ سندیں صحیح ہیں]

{١١٨}......البتہ عورتوں کو کثرت سے اور بار بار قبرستان کی زیارت کو جانا جائز نہیں' ممکن ہے کہ وہ شرعی احکام کی خلاف ورزی کرنے لگیں۔مثال کے طور پر چیخنا' چلانا' بے پردگی' قبرستان کو سیر گاہ بنالینا اور فضول باتوں میں وقت ضائع کرنا' جیسا کہ بعض اسلامی ملکوں میں دیکھا جارہا ہے۔ان شاءاللہ تعالیٰ مندرجہ ذیل حدیث کا یہی مفہوم و مطلب ہے' جس میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''لعن رسول اللّٰہ ﷺ (وفی لفظ لعن اللّٰہ) زوّارات القبور''.

[سنن الترمذی: کتاب الجنائز ' باب ماجاء فی کراھة زیارت القبور للنساء' سند قابل اعتماد ہے]

''اللہ کے رسول ﷺ نے کثرت سے قبرستان کی زیارت کرنے والیوں پر لعنت فرمائی اور (ایک روایت میں ہے کہ: اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی)''۔

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

''مذکورہ حدیث میں لعنت صرف کثرت سے زیارت کرنے والی عورتوں کے لئے ہے جیسا کہ صیغہ

مبالغہ سے سمجھ آتا ہے۔شاید یہ حکم اس لئے ہے کہ اس وجہ سے خاوند کے حقوق پامال ہوتے ہیں۔بے پردگی بھی ہوتی ہے۔نیز عورتوں کی طرف سے چیخنا چلانا بھی پیدا ہوتا ہے''۔

بعض کہتے ہیں کہ جب ایسی باتوں کا خطرہ نہ ہوتو عورتوں کو عام اجازت دینے میں کوئی حرج نہیں' اس لئے کہ قبرستان کی زیارت موت یاد دلاتی ہے' جس کے عورت و مرد سب ضرورت مند ہیں''۔

امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نیل الاوطار: ج۴' ص۹۵ میں فرماتے ہیں کہ:

''بظاہر متعارض حدیثوں میں تطبیق دینے کے لئے اس رائے پر اعتماد کرنا زیادہ بہتر ہے''۔

{۱۱۹}......صرف بغرض عبرت غیر مسلم قبرستان کی زیارت جائز ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ:

''زار النبی ﷺ قبر امّہ 'فبکیٰ وابکیٰ من حولہ' فقال: استأذنت ربّی فی ان استغفر لھا' فلم یؤذن لی واستأذنتہ فی ان ازور قبرھا فأُذن لی' فزور والقبور فانّھا تُذکّر الموتَ''.

[صحیح مسلم: کتاب الجنائز' باب استیذان النبی ﷺ ربہ عزوجل فی زیارۃ قبر امہ /سنن ابی داؤد: کتاب الجنائز 'باب زیارۃ القبور/سنن النسائی : کتاب الجنائز' باب زیارۃ القبر المشرک سند صحیح ہے]

''نبی کریم ﷺ اپنی والدہ کی قبر پر تشریف لے گئے' خود بھی روئے اور اردگرد کو بھی رلا دیا پھر فرمایا: میں نے اپنے رب سے اپنی والدہ کے حق میں استغفار کی اجازت چاہی لیکن نہ ملی' پھر زیارت قبر کی اجازت چاہی تو اجازت مل گئی۔چنانچہ قبروں کی زیارت کرتے رہا کرو' یہ موت یاد دلاتی ہیں''۔

زیارت قبرستان کے دو فائدے ہیں:

ا:۔ زیارت کرنے والا موت اور مردوں کو یاد کر کے فائدہ اٹھاتا ہے اور یہ کہ ان کا انجام جنت یا آگ' زیارت کا سب سے پہلا فائدہ یہی ہے جیسا کہ گزشتہ احادیث سے واضح ہے۔

ب:۔ میت کو زیارت کرنے والے کے سلام' دعا اور استغفار کرنے سے فائدہ ہوتا ہے لیکن یہ صرف مسلمان

میت کے لئے ہے۔اس سے متعلق کئی احادیث ہیں۔بعض کے الفاظ یوں ہیں:

(اول) ”السّلام علیکم اهل دار قوم مؤمنین وانّا ایّاکم وما توعدون غدا مؤجلون ، وانّا ان شاء اللّٰه بکم لاحقون ، اللّٰهمّ اغفر لاهل بقیع الغرقد“.

[صحیح مسلم: کتاب الجنائز،باب مایقال عند دخول المقابر]

”مومن قوم کے گھر والو! السلام علیکم، ہمیں اور تمہیں جس کا وعدہ ملا ہے اس وقت ہم تم مہلت میں ہیں اور ہم بھی انشاءاللہ تم سے ملنے والے ہیں۔اے اللہ بقیع الغرقد والوں کی مغفرت فرمادے“۔

(دوم) ”السّلام علیٰ اهل الدّیار من المؤمنین والمسلمین ویرحم اللّٰه المستقدمین منّا والمستأخرین وانّا ان شاء اللّٰه بکم للاحقون “.

[صحیح مسلم: کتاب الجنائز ، باب مایقال عند دخول المقابر]

”مومن اور مسلمان گھر والوں پر سلامتی ہو، اللہ تعالیٰ ہمارے پہلے پہنچنے والوں اور بعد میں آنے والوں پر رحمت فرمائے اور ہم بھی انشاءاللہ تم سے ملنے والے ہیں“۔

(سوم) ”السلام علیکم اهل الدّیار من المؤمنین والمسلمین ، وانّا انشاء اللّٰه بکم للاحقون انتم لنا فرطٌ ، ونحن لکم تبع اسأل اللّٰه لنا ولکم العافیة “.

[صحی مسلم: کتاب الجنائز باب مایقال عند دخول القبور والدعاء لاهلها]

”اے مومن اور مسلمان گھر والو! السلام علیکم، ہم بھی ضرور انشاءاللہ تمہارے پاس پہنچنے والے ہیں۔ تم ہم سے پہلے آگئے اور ہم تمہارے بعد ہیں۔ میں اللہ تعالیٰ سے اپنے لئے اور تمہارے لئے عافیت کا طلبگار ہوں“۔

{۱۲۰}......قبرستان کی زیارت کے موقع پر قرآن مجید پڑھنے کا سنت مظہر میں کوئی ثبوت نہیں بلکہ سابقہ مسئلہ میں مذکورہ احادیث میں تو نہ پڑھنے کا اشارہ ہے کیونکہ اگر شرعی حکم ہوتا تو رسول اللہ ﷺ خود بھی پڑھتے اور صحابہ کرام کو بھی تعلیم دیتے۔خاص طور پر جب کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے زیارت قبرستان کی دعا

دریافت بھی کی تھی، اور یہ بھی حقیقت ہے کہ حضرت عائشہ رسول اللہ ﷺ کو انتہائی محبوب تھیں تو آپ ﷺ نے صرف سلام اور دعا ہی سکھائی۔ آپ نے سورت فاتحہ یا قرآن کا کوئی اور حصہ پڑھنے کی تعلیم نہیں دی۔ اگر قرأت کرنی جائز ہوتی تو آپ ﷺ کبھی نہ چھپاتے جبکہ علم اصول کا یہ قاعدہ مسلّم ہے کہ کسی بات کو وقت ضرورت کے بعد بیان کرنا بھی جائز نہیں۔ کجا یہ کہ اسے چھپا دیا جائے۔ اگر واقعی رسول اللہ ﷺ صحابہ کرامؓ کو کچھ سکھاتے تو ہم تک ضرور پہنچ جاتا، اگر صحیح سند سے ثابت نہیں ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ آپ ﷺ نے بتایا ہی نہیں۔

رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان سے مزید واضح ہوتا ہے کہ قرأت قرآن (اس موقع پر) جائز نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"لاتجعلوا بیوتکم مقابر فانّ الشّیطان یفرّ من البیت الّذی یقرا فیه سورة البقرة".

[صحیح مسلم: کتاب صلاة المسافرین باب استحباب صلاة النافلة فی بیته و جوازها فی المسجد و سنن الترمذی کتاب ثواب القرآن، باب ما جاء فی فضل سورة البقرة وآیة الکرسی]

"اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ جس گھر میں سورۃ بقرہ کی تلاوت ہو وہاں سے شیطان بھاگ جاتا ہے"۔

آپ ﷺ نے اس بات کی وضاحت فرما دی کہ قبرستان قراءۃ قرآن کی جگہ نہیں۔ اسلئے آپ ﷺ نے ترغیب دلائی ہے کہ گھروں میں قرآن کی تلاوت کیا کرو، اور انہیں قبرستان کی طرح نہ بنا دیا جائے۔ جہاں قرآن نہیں پڑھا جا سکتا۔ اسی طرح ایک دوسری حدیث میں اس بات کا حکم ہے کہ قبرستان نماز ادا کرنے کی جگہ نہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"صلّوا فی بیـوتکم، ولا تتّخذوها قبوراً".

[صحیح مسلم: کتاب الصلاة المسافرین و قصرها، باب استحباب صلاة النافلة فی بیته و جوازها فی المسجد]

"اپنے گھروں میں نماز ادا کیا کرو، اور انہیں قبرستان نہ بنالو"۔

اس حدیث کا باب امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرح باندھا ہے کہ ''قبرستان میں نماز ادا کرنے کی کراہت کا بیان''لہٰذا اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ قبرستان میں نماز ادا کرنا مکروہ ہے۔اسی طرح حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ قبرستان میں قرآن مجید پڑھنا مکروہ ہے۔کیونکہ دونوں میں کوئی فرق نہیں۔اسی لئے جمہور اہل علم کا یہ فتویٰ ہے کہ قبرستان میں قرآن پڑھنا مکروہ ہے۔جیسے امام ابوحنیفہ'امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ۔امام احمد بن حنبل کا بھی یہی قول ہے۔امام ابی داؤ اپنی کتاب مسائل ص:۱۵۸میں نقل کرتے ہیں:

''میں نے احمد سے سنا ان سے قبر کے پاس پڑھنے کے بارے میں سوال ہوا تو انہوں نے فرمایا: جائز نہیں''۔

{۱۲۱}......ان کے حق میں دعا کے لئے ہاتھ اٹھانا جائز ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ:

''ایک رات رسول اللہ ﷺ گھر سے نکلے میں نے بریرہ کو آپ کو پیچھے بھیجا تا کہ دیکھے کہ آپ کہاں گئے ہیں؟ بریرۃ نے بتایا کہ ''آپ ﷺ بقیع الغرقد کی طرف گئے۔پھر بقیع کے قریب کھڑے ہو کر ہاتھ اٹھائے پھر پلٹ آئے''۔بریرہ نے واپس آ کر مجھے ساری بات بتادی'صبح ہوئی تو میں نے پوچھا' آپ رات کہاں تشریف لے گئے تھے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:''مجھے اہل بقیع کی طرف بھیجا گیا تھا تا کہ ان کے حق میں دعا کروں''۔

[مسند امام احمد:ج٦'ص ٩٢ /موطاامام مالك :كتاب الجنائز باب جامع الجنائز'سند صحیح ہے]

{۱۲۲}......دعا کرتے وقت قبروں کی بجائے کعبے کی طرف رخ کرے اس لئے کہ نبی کریم ﷺ نے قبروں کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے (جس کی تفصیل انشاءاللہ عنقریب آئے گی) دعا نماز کا مغز اور لب لباب ہے۔جیسا کہ یہ بات واضح ہے'لہٰذا دعا کا بھی نماز والا حکم ہے اور رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

''دعا ہی تو عبادت ہے''۔پھر آپ ﷺ نے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی:

﴿ ......وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ...... ﴾[المومن:٦٠]

''اور تمہارے رب نے منع فرمایا: مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا قبول کرتا ہوں''۔

{۱۲۳}......جب کافر کی قبر کے پاس جائے تو سلام نہ کرے اور نہ ہی اس کے حق میں دعا کرے بلکہ آگ کی خبر دے۔حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق رسول اللہ ﷺ کا یہی حکم ہے:

''ایک اعرابی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا۔میرا باپ صلہ رحمی کرتا تھا۔وہ ایسا تھا' وہ ایسا تھا' اب وہ کہاں ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: آگ میں' گویا کہ اعرابی کو یہ بات بری لگی' تو پوچھنے لگا' یارسول اللہ ﷺ! آپ کے والد کہاں ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا :''جب تم کسی کافر کی قبر کے پاس سے گزرو تو اس آگ کی خبر دو''۔بعد میں اعرابی مسلمان ہو گیا تو کہنے لگا۔رسول اللہ ﷺ نے مجھے مشکل میں ڈال دیا ہے۔میں جب کسی کافر کی قبر کے پاس سے گزرتا ہوں اسے آگ کی خبر دیتا ہوں''۔

[عمل الیوم واللیلہ لابن السنی رقم:۵۸۸ /الاحادیث المختارہ: ج۲'ص۳۳۳ سند صحیح ہے]

{۱۲۴}......مسلمانوں کی قبروں کے درمیان جوتوں سمیت نہ چلے۔

جیسا کہ حضرت بشیر بن الخصاصیہ سے مروی حدیث سے ثابت ہے:

''میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھا۔آپ مسلمانوں کی قبروں کے پاس آئے۔اچانک آپ کی نگاہ ایسے آدمی پر پڑی جو جوتوں سمیت چل رہا تھا' آپ ﷺ نے فرمایا:''اے جوتوں والے انہیں اتار دے۔اس نے دیکھا جب معلوم ہوا کہ آپ رسول اللہ ﷺ ہیں جوتے اتار پھینک دیئے''۔

[سنن ابی داؤد: کتاب الجنائز' باب المشی فی النعل بین القبور۔سند قابل اعتماد ہے]

{۱۲۵}......اگربتی یا اس قسم کی دوسری خوشبو دار گھاس یا گلاب کے پھول قبر پر رکھنا جائز نہیں۔اس لئے کہ صحابہ کرام' ائمہ دین اور بزرگانِ ملت ایسا نہیں کرتے تھے۔اگر اس میں کوئی نیکی ہوتی تو ضرور ہم سے پہلے کرتے۔جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا قول ہے:

''ہر بدعت گمراہی خواہ لوگ اسے کتنا ہی اچھا سمجھیں''۔

قبرستان میں جو کام حرام ہیں

{١٢٦}......قبروں کے پاس مندرجہ ذیل کام حرام ہیں:

١:......اللہ کے نام پر ذبح کرنا' رسول اللہ ﷺ کے نے ارشاد فرمایا:

''**لاعقُــرَ فِــىْ الاِْ سلام**''. [سنن ابی داؤد: کتاب الجنائز' باب کراھیة الذبح عند القبر' سند صحیح ہے]

''اسلام میں قبر کے پاس ذبح کرنا نہیں ہے''۔

''حضرت عبدالرزاق بن ہمام کہتے ہیں کہ: ''لوگ قبر کے پاس گائے یا بکری ذبح کیا کرتے تھے''۔

(اس کام سے رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا) [سنن ابی داؤد: کتاب الجنائز' باب کراھیة الذبح عند القبر' سند صحیح ہے]

٢:......باہر کی مٹی لاکر قبر کو اونچا کرنا۔

٣:......گچ وغیرہ قبر کو لیپ دینا۔

٤:......قبر پر کچھ لکھنا۔

٥:......اس پر عمارت تعمیر کرنا۔

٦:......اس کے اوپر بیٹھنا۔

مذکورہ بالا مسائل کے ثبوت کے لئے مندرجہ ذیل احادیث ہیں:

اول:۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

''**نهى رسـول الـلّـه ﷺ ان يجصّص القبر وان يقعد عليه وان ينبىٰ عليه او يزاد عليه اويُكتب عليه**''.

[صحيح مسلم: كتاب الجنائز باب النهى عن تجصيص القبر والبناء عليه / سنن ابى داؤد: كتاب الجنائز' باب فى البناء على القبر]

''رسول اللہ ﷺ نے اس بات سے منع کیا ہے کہ قبر کو چونا کیا جائے' اس پر بیٹھا جائے یا اس

پر عمارت تعمیر کی جائے۔(یا اس پر اضافی مٹی ڈالی جائے)(یا اس پر لکھا جائے)''۔

دوم:۔حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

''انّ النبی ﷺ نھی ان یبنیٰ علی القبرۃ''.

''نبی اکرم ﷺ نے قبر پر تعمیر کرنے سے منع فرمایا ہے''۔

سوم:۔حضرت ابوالہیاج الاسدی بیان کرتے ہیں کہ:

''مجھ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: کیا میں تجھے اس ذمہ داری پر نہ بھیجوں جس پر رسول اللہ ﷺ نے مجھے روانہ کیا تھا؟ کوئی مورتی مسمار کئے بغیر نہ چھوڑ (ایک روایت میں تصویر کے لفظ ہیں) اور ہر بلند قبر کو برابر کر دے''۔[صحیح مسلم :کتاب الجنائز'باب الامر تسویۃ القبر]

چہارم:۔حضرت ثمامہ بن شفی بیان کرتے ہیں کہ:

''مملکت روم کی طرف ہم حضرت فضالہ بن عبد رضی اللہ عنہ کے ہمراہ نکلے' وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے علاقہ ''درب'' کے گورنر تھے۔(ایک دوسری روایت ہے کہ عبدالانصاری تھے) ہمارے چچا بھائی ''رَوَس'' کے مقام پر فوت ہوگئے۔حضرت فضالہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ دفن کرنے کے تک قبر کے پاس کھڑے رہے۔جب قبر برابر ہوگئی تو فرمایا: ''ہلکی رکھو'' (اور دوسری روایت کے مطابق بس تھوڑی ہی مٹی ڈالو) کیونکہ رسول اللہ ﷺ ہمیں قبروں کو زمین کے برابر رکھنے کا حکم دیا کرتے تھے''۔

حدیث کے بظاہر معنی یہ ہیں کہ قبر کو زمین کے برابر رکھا جائے' اور ذرا بھی بلند نہ کیا جائے جب کہ یہ معنی قطعاً مراد نہیں ہیں۔اس کی دلیل یہ ہے کہ سنت تو یہ ہے کہ قبر کو ایک بالشت جتنا زمین سے اونچا رکھا جائے۔اس بات کی تائید حضرت فضالہ کے قول میں موجود ہے۔انہوں نے فرمایا: ''مٹی کم رکھو'' یہ نہیں فرمایا: ''مٹی بالکل ختم کردو''۔[صحیح مسلم:کتاب الجنائز'باب بتسویۃ القبر۔ سنن ابی داؤد کتاب الجنائز 'باب فی تسویۃ القبر]

علما نے یہ تفسیر بیان کی ہے۔ملاحظہ ہو مرقاۃ۔ج ۲'ص ۳۷۲۔

پنجم: حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان نقل فرماتے ہیں کہ:

’’قبر پر بیٹھنے سے بہتر ہے کہ آدمی انگارے پر بیٹھ جائے جس سے اس کا کپڑا ابھی جلے اور پھر یہ آنچ اس کے چمڑے تک پہنچ جائے‘‘۔ [صحیح مسلم: کتاب الجنائز ٬باب النھی عن الجلوس علی القبر والصلاۃ علیھا]

ششم:۔ حضرت عقبہ عامر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

’’کسی مسلمان کی قبر پر چلنے کے مقابلے میں مجھے یہ بات پسند ہے کہ میں انگاروں یا تلواروں پر چلوں یا اپنا جوتا اپنی ٹانگ سے سی لوں۔ اسی طرح سر بازار یا قبروں کے درمیان قضائے حاجت کرنا (برائی میں) ایک برابر ہے‘‘۔

[مصنف ابن ابی شیبہ: ج٤٬ ص١٣٣/سنن ابن ماجہ کتاب الجنائز ٬باب ماجاء فی النھی عن المشی علی القبور والجلوس علیھا]

ہفتم:۔ حضرت ابومرثد الغنوی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ:

’’ لاتصلّوا الی القبور٬ولا تجلسوا علیھا‘‘.

[صحیح مسلم کتاب الجنائز باب النھی عن الجلوس علی القبر والصلاۃ علیھا]

’’قبروں کی طرف رخ کر کے نماز نہ پڑھو اور نہ ہی ان پر بیٹھو‘‘۔

۷:۔ قبروں کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنا۔ جیسا کہ گزشتہ حدیث میں مذکورہ ہے۔

نہی سے بظاہر ’’نماز پڑھنا حرام‘‘ ہونے کی دلیل بنتی ہے۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے یہی رائے اختیار کی ہے۔ چنانچہ امام مناوی رحمۃ اللہ علیہ فیض القدیر میں مذکورہ حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

’’یعنی اس کی طرف رخ کرتے ہوئے کیونکہ اس میں بہت زیادہ تعظیم ہے اس لئے کہ یہ تو معبود حقیقی کا مقام ہے۔ چنانچہ مکمل حدیث نے قبر کو اس کے حقیقی مقام سے گرانے اور خوامخواہ عظمت دینے سے بیک وقت منع کر دیا ہے‘‘۔

پھر دوسری جگہ فرمایا:

''بلاشبہ مکروہ ہے' اگر اس جگہ نماز پڑھنے سے انسان کا ارادہ تبرک حاصل کرنا ہے تو پھر اس نے دین میں بدعت ایجاد کر دی جس کی اللہ تعالیٰ نے قطعاً اجازت نہیں دی اور مکروہ سے مراد وہ تنزیہی ہے''۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

''ہمارے اہل علم کا یہی فتویٰ ہے اگر ظاہر حدیث سے حرمت کا فتویٰ دیا جائے تو کوئی بعید نہیں''۔

اس حدیث سے قبرستان میں نماز ادا کرنے کی نہی ثابت ہوتی ہے۔ چنانچہ یہ فعل حرام کی حد تک ناپسندیدہ ہے''۔

یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ قبرستان میں نماز ادا کرنا اس صورت میں حرام ہے جب اس کی عظمت کا ارادہ ہو ورنہ شرک ہے۔ اس حدیث کی شرح کی ضمن میں امام علی القاری نے مرقاۃ: ج ۲' ص ۳۷۲ میں فرمایا ہے کہ:

''اگر یہ تعظیم درحقیقت قبر یا صاحب قبر کے لئے ہو تو تعظیم کرنے والے نے کفر کیا۔ چنانچہ اس کی مشابہت بھی مکروہ ہے۔ مناسب یہ ہے کہ اس کا حکم مکروہ تحریمی ہے۔ سامنے رکھا ہوا جناز بھی اس معنی میں ہے بلکہ اس سے بھی قریب تر یہی بات اہل مکہ کیلئے آزمائش بن گئی۔ وہ جنازے کو کعبے کے پاس رکھتے تھے پھر اس کی طرف رخ کر لیتے تھے۔

۸:۔قبر کے پاس نماز ادا کرنی خواہ رخ اس طرف نہ کیا جائے۔

اس کے متعلق کئی احادیث ہیں:۔

اول:۔حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''الارض کلّها مسجد الاّ المقبرة والحمّام''.

[سنن ابی داؤد: کتاب الصلاۃ باب فی المواضع التی لاتجوز فیها الصلاۃ / سنن الترمذی کتاب الصلاۃ باب ماجاء ان الارض کلها مسجد الا المقبرۃ والحمام۔ سند صحیح ہے]

''ساری زمین مسجد ہے (جائے عبادت ہے) سوائے قبرستان اور حمام کے''۔

دوم:۔حضرت انس رضی اللہ روایت کرتے ہیں کہ:

''انّ النبی ﷺ نھیٰ عن الصلاۃ بین القبور''. [مجمع الزوائد : ج۲، ص۲۷، سند صحیح ہے]

''نبی اکرم ﷺ نے قبروں کے درمیان نماز ادا کرنے سے روکا ہے''۔

سوم:۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ:

''اجعلوا فی بیوتکم صلاتکم و لاتتّخذوھا قبوراً''.

[صحیح بخاری : کتاب الصلاۃ، باب کراھۃ الصلاۃ فی المقابر/صحیح مسلم: کتاب الصلاۃ، باب استحباب صلاۃ النافلۃ فی بیتہ و جوازھا فی المسجد]

''نماز کا کچھ حصہ گھروں میں ادا کرو انہیں قبرستان نہ بناؤ''۔

چہارم:۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''لاتجعلوا بیوتکم مقابر، انّ الشیطان ینفر من البیتِ الّذی تُقرا فیہ سورۃ البقرۃ''. [صحیح مسلم: کتاب صلاۃ المسافرین، باب استحباب صلاۃ النافلۃ فی بیتہ و جوازھا فی المسجد]

''اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ، شیطان اس گھر سے بھاگتا ہے جس میں سورت ''بقرۃ'' پڑھی جا رہی ہو''۔

۹:۔ قبروں پر مسجدیں بنانا (یا عبادت گاہوں) اس مسئلے کی وضاحت کے لئے مندرجہ ذیل احادیث ہیں:

اول: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ:

''جب رسول اللہ ﷺ کی تکلیف بڑھ جاتی تو اپنا پلو چہرہ مبارک پر ڈال لیتے اور جب ذرا افاقہ ہوتا تو چہرہ انور سے کپڑا ہٹا دیتے۔ اس دوران آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ پر لعنت کرے۔ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجدیں بنا لیا ہے (عبادت گاہیں) آپ ﷺ ان کے کردار سے خبردار ہوشیار کر رہے تھے''۔

[صحیح بخاری: کتاب الصلاۃ، باب حدثنا ابو الیمان /صحیح مسلم: کتاب المساجد، باب النھی عن بناء المساجد علی القبور]

ایک دوسری روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ:

"فلولا ذاک اُبرزَ قبره غیر انّه خُشی ان یُّتّخذ مسجداً".

[صحیح بخاری:کتاب الجنائز 'باب مایکره من اتخاذ المساجد علی القبور/صحیح مسلم :کتاب المساجد ' باب النهی عن بناء المساجدعلی القبور]

"اگر یہ حکم نہ ہوتا تو آپ کی قبر کھلی جگہ میں بنائی جاتی لیکن اس بات کا خطرہ تھا کہ وہ سجدہ گاہ نہ بن جائے"۔

دوم:۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اللّٰهم لا تجعل قبری وثنا' لعن اللّٰه قوما اتّخذوا قبور انبیائهم مساجد".

[مسند احمد:ج۲'ص ۲٤٦'حلیة الاولیاء :لابی نعیم:ج۷'ص۳۱۷ سند صحیح ہے]

"اے پروردگار! میری قبر کو بت نہ بنا دینا۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں پر لعنت کرے جو انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیتے ہیں"۔

سوم:۔حضرت جندب رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے پانچ دن پہلے یہ بات آپ سے سنی: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"تم میرے بھائی اور دوست ہو۔ میں اس بات سے بے زار ہوں کہ تم میں سے کسی کو اپنا خلیل بناؤں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنا خلیل بنالیا ہے۔جیسا کہ اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا تھا' اگر مجھے اپنی امت سے خلیل بنانا ہی ہوتا تو میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیل بناتا۔ یہ بات توجہ سے سن لو' تم سے پہلی قومیں اپنے انبیاء کرام اور نیک لوگوں کی قبروں کو مسجدیں بنالیتی تھیں۔ خبردار! تم قبروں کو مسجدیں مت بنانا میں تمہیں اس بات سے منع کر رہا ہوں"۔

[صحیح مسلم: کتاب المساجد'باب النهی عن بناء المساجد علی القبور'صحیح لابی عوانه:ج۲'ص۴۰۱'سند صحیح ہے]

چہارم :۔حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

"انّ من شرار النّاس من تدركه السّاعة وهم احياء ومن يّتخذ القبور مساجد".

[مسند امام احمد:حديث نمبر :٣٨٤٤۔ سند قابل عمل ہے]

''بلاشبہ بدترین لوگ وہ ہیں جن کی زندگی میں قیامت بپا ہوگی اور وہ لوگ جو قبروں کو مسجدیں بنالیں''۔

پنجم :۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ:۔

''رسول اللہ ﷺ کے مرض کے دوران چند امہات المومنین نے حبشہ میں ماریہ نامی کنیسہ کا باہمی تذکرہ کیا۔ واضح رہے کہ ام سلمہ اور ام حبیبہ رضی اللہ عنہما حبشہ جا چکی تھیں۔ان امہات المومنین نے اس کی خوبصورتی اور تصاویر کا تذکرہ کیا' اس موقع پر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:
ان لوگوں میں جب کوئی نیک آدمی مرجاتا تو اس کی قبر پر مسجد بنادیتے ۔ پھر اس طرح اس کی تصویریں بنادیتے۔روزِ قیامت یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی بدترین مخلوق ہوں گے''۔

[صحيح بخاری:كتاب الصلاة' باب هل تنبش قبور مشركی الجاهلية ويتخذ مكانها مسجد]

مذکورہ بالا احادیث میں قبروں کو مسجد بنانے سے متعلق متعدد باتیں ہیں:

اول:۔ ان کی طرف رخ کر کے نماز ادا کرنا۔

دوم:۔ قبروں پر سجدہ کرنا۔

سوم:۔ ان پر مسجدیں تعمیر کرنا۔

دوسرے معنی تو بالکل واضح ہیں۔ باقی دو بھی اس میں شامل ہیں۔بعض مذکورہ احادیث میں ان سے متعلق نص موجود ہے۔اس مسئلے پر تفصیلی بحث احادیث کی روشنی میں اقوال علماء کے ذکر کے ساتھ میں نے اپنی کتاب ''تحذیر الساجد من اتخاذ القبور مساجد'' میں کی ہے۔اس کتاب میں نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک ک مسجد شریف میں شامل کرنے کی تاریخ بھی ذکر ہے۔اس کام جن احادیث کی مخالفت ہوتی ہے۔ان کا تذکرہ

بھی موجود ہے۔اس کے باوجود وہاں نماز ادا کرنا مکروہ نہیں۔

جوکوئی مکمل تفصیلات دیکھنا چاہےتو مذکورہ کتاب میں دیکھ لے۔

۱۰:۔قبروں کو میلہ بنانا۔مخصوص اوقات میں سفر کرکے وہاں حاضری دی جائے تا کہ ان قبروں کی عبادت کی جائے یا کسی اور کی عبادت کی جائے۔

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا:

''لاتتّخذوا قبری عیداً، ولاتجعلوا بیوتکم قبوراً وحیثما کنتم فصلّوا علیّ، فانّ صلاتکم تبلغنی''. [سنن ابی داؤد:کتاب المناسك،باب زیارة القبور،سند صحیح ہے]

''میری قبر کو میلہ نہ بنالینا اور اپنے گھروں کو قبریں نہ بنالینا تم جہاں بھی ہو مجھ پر درود بھیجا کرو تمہارے درود مجھے پہنچ جاتے ہیں''۔

۱۱:۔سفر کرکے قبروں کی زیارت کے لئے جانا۔

اول:۔حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''ولاتشدّ الرّحال الاّ (وفی روایة:انّما یسافر)الیٰ ثلاثة مساجد المسجد الحرام ومسجد الرّسول، ومسجد الاقصیٰ''.

[صحیح مسلم:کتاب الحج،باب لاتشد الرّحال الا الی ثلاثة مساجد/صحیح بخاری:کتاب فضل الصلاة فی مسجد مکة والمدینة،باب فضل الصلاة فی مسجد مکة والمدینة]

''تین مسجدوں کے سوا کسی کے لئے بغرض ثواب سفر نہ کیا جائے:مسجد حرام،مسجد رسول اللہ ﷺ اور مسجد اقصیٰ''۔

دوم:۔حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا:

''تین مساجد کے سوا کسی کے لئے بغرض ثواب سفر نہ کرو،میری یہ مسجد،مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ''۔

[صحیح مسلم:کتاب الحج،باب لاتشد الرّحال الا الی ثلاثة مساجد/صحیح بخاری:کتاب فضل الصلاة فی مسجد مکة والمدینة،باب فضل الصلاة فی مسجد مکة والمدینة]

حضرت ابوبصرہ الغفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

''میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ملا جب کہ وہ کہیں سے تشریف لا رہے تھے۔ میں نے دریافت کیا: کہاں سے آرہے ہیں؟ کہنے لگے: کوہ طور سے واپس آرہا ہوں۔ وہاں نماز ادا کی تھی۔ ابوبصرہ الغفاری رضی اللہ عنہ کہنے لگے' اگر آپ سے پہلے ملاقات ہوجاتی تو آپ نہ جاتے کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ:

تین مساجد کے سوا کہیں بھی (بغرض ثواب) سفر کر کے نہ جاؤ' مسجد حرام' میری یہ مسجد اور مسجد اقصیٰ''۔

[مسند احمد: ج٦'ص٧ سند صحیح ہے]

چہارم:۔حضرت قزعہ بیان کرتے ہیں:

''میں نے کوہ طور جانے کا ارادہ کیا تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا: انہوں نے فرمایا: تمہیں معلوم نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ: تین مسجدوں کے سوا کہیں سفر کر کے نہ جایا جائے مسجد حرام' مسجد نبوی ﷺ اور مسجد اقصیٰ''۔لہٰذا کوہ طور چھوڑ' وہاں مت جانا''۔

١٢:۔قبروں کے پاس چراغ جلانا۔کئی باتیں اس کی دلیل ہیں:

اول: یہ نئی بدعت ہے جس سے سلف صالحین بالکل واقف نہیں تھے۔

جبکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

''**كل بدعة ضلالة ' وكلّ ضلالة فى النّار**''. [سنن النسائي: كتاب العيدين باب كيف الخطبة]

''ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی آگ میں لے جانے والی ہے''۔

ثانیا: اس میں مال کا ضیاع ہے جس سے شریعت نے منع کیا ہے جیسا کہ مسئلہ نمبر ٤٢ میں وضاحت سے گزر چکا ہے۔

ثالثا:۔آگ کے پجاری مجوسیوں سے مشابہت سے۔امام ابن حجر الفقیہ رحمۃ اللہ علیہ نے الزوائد اجر جلد ١' ١٣٤ میں لکھا ہے کہ:

''ہمارے اہل علم نے قبر پر چراغ جلانے کوحرام قرار دیا ہے اگر کچھ وقت کیلئے ہی ہو۔اس لئے کہ نہ تو وہاں رہنے والے مردے کو فائدہ ہے اور نہ وہاں جانے والے کوانہوں نے اس کو مال ضائع کرنے اوراسراف سے تعبیر کیا ہے۔اور مجوسیوں سے مماثلت بھی۔کچھ بعید نہیں یہ گناہ کبیرہ ہو''۔

میں کہتا ہوں کہ اہوں نے جوعلت بیان کی ہے'اس کے ساتھ ہماری پہلی دلیل ہے۔اس لئے کہ جولوگ قبر پر چراغ جلاتے ہیں' وہ نیکی کی نیت سے جلاتے ہیں مقیم یا زائر کے لئے۔روشنی کی خاطر نہیں کیونکہ چراغ دن چڑھے بھی جلائے جاتے ہیں۔لہٰذا اس کے حرام ہونے کی بڑی وجہ یہ ہے کہ وہ گمراہ کرنے والی بدعت ہے۔

۱۳:۔مردے کی ہڈی توڑنا۔اس کی دلیل ہے رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

''انّ كسر عظم المؤمن ميّتا' مثل كسره حيّا''.

[سنن ابی داؤد:کتاب الجنائز'باب فی الحفاریجد العظم هل ینتکب ذالك المكان ۔ سند بالکل صحیح ہے۔
سنن ابن ماجه ' كتاب الجنائز'باب فی النهی عن كسرعظام الميت]

''مومن مردے کی ہڈی توڑنا ایسا ہی ہے جیسے زندہ کی ہڈی توڑنا ہے''۔

مومن مردے کی ہڈی توڑنا حرام ہونے کی دلیل یہ حدیث ہے۔اس لئے مسلک اما احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں میں یہ بات درج ہے کہ:میت کے کسی حصے کوکاٹنا حرام ہے۔اسی طرح اس کی ذات کوضائع کرنا یا جلانا بھی حرام ہے خواہ اس نے اس بات کی وصیت ہی کیوں نہ کی ہو۔

کشف القنقاع:ج۲'ص ۱۲۷ میں یہ مسئلہ اسی طرح بیان ہوا ہے۔دوسرے مذاہب فقہیہ میں بھی اس طرح ہے۔بلکہ ابن حجر الفقیہ رحمہ اللہ علیہ نے الزواجر:ج۱'ص ۱۳۴ میں اسے (گناہ کبیرہ) شمار کرتے ہوئے فرمایا:''حدیث سے مجھے معلوم ہوا ہے کہ اس کا جرم زندہ کی ہڈی توڑنے کی طرح''۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے المجموع:ج۵'ص ۳۰۳ میں فرمایا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

''جب میت پرانی ہوکر مٹی بن جائے تو قبر اکھاڑنا جائز ہے اوراس وقت وہاں دوسرا مردہ بھی دفن کیا جاسکتا ہے۔وہاں تعمیر یا زراع بھی جائز ہے۔اسی طرح ہرقسم کا فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔اس بات پر اہل علم کا اتفاق ہے۔

یہ سب اس وقت جائز ہے جب میت کی ہڈی وغیرہ کے نشان باقی نہ ہوں اور یہ نتیجہ علاقے اور زمین کے لحاظ سے مختلف ہوتا ہے۔اس سلسلے میں تجربہ کار لوگوں کی رائے قابل اعتماد ہوگی''۔

میں کہتا ہوں بعض اسلامی حکومتیں آبادی کو منظّم اور خوب صورت بنانے کے بہانے مسلمانوں کے قبرستان کو ختم کردیتی ہیں۔اس کام کی حرمت بالکل واضح ہے۔انہیں مردوں کے احترام کا قطعاً خیال نہیں ہوتا۔قبروں کو روندنے یا ان کی ہڈیاں توڑنے سے متعلق جو ممانعت ہے اس کی پرواہ بھی نہیں کرتے کسی کو یہ گمان تک نہیں ہوتا کہ آبادی خوبصورت اور منظّم کرنے کے بہانے ایسا کام کرنا بھی جائز ہے؟ ایسا ہرگز نہیں۔یہ کام ضرورتوں میں شامل نہیں۔بلکہ یہ تو محض خوب صورتی اور سجاوٹ ہے۔جس کی خاطر مردوں پر زیادتی کرنا قطعاً جائز نہیں۔زندوں کی ذمہ داری تو یہ ہے کہ اپنے کاموں کو مرتب کریں اور مردوں کو تکلیف بھی نہ دیں۔

عجیب تربات جو آدمی کو مبذول کروالیتی ہے وہ یہ ہے کہ جو حکومتیں پتھروں اور ان عمارتوں کا جو کسی نہ کسی مردے کی خاطر تعمیر کی گئی ہوں۔مردوں کی بہ نسبت زیادہ احترام کرتی ہیں۔اگر اتفاقاً کوئی عمارت' مزار یا کنیسہ پلاننگ کی حدود میں آجائے تو اسے اپنے حال پر چھوڑ دیا جاتا ہے اور اس کی خاطر سارے نقشے میں تبدیلی ہو سکے۔ہماری معلومات میں بعض حکومتیں تو اس بات کی کوشش کرتی ہیں کہ نئے قبرستان شہر سے باہر ہی ہوں اور پرانے قبرستان میں کوئی مردہ دفن نہ کیا جائے۔

حقیقتاً شرعی لحاظ سے یہ دوسری غلطی ہے۔اس لئے کہ بہت سارے مسلمان اس وجہ سے قبرستان کی زیارت سے محروم ہوجاتے ہیں۔کیونکہ عام لوگ بآسانی لمبا سفر کرکے وہاں نہیں پہنچ سکتے تاکہ وہ اس کی زیارت کرسکیں اور دعا کرسکیں۔اس ساری شرعی مخالفت کا اصل سبب یورپ کی اندھی تقلید ہے۔جس کا نظریہ کافرانہ مادہ پرست ہے جو ایمان کے جتنے مظہر ہیں ان کو ختم کردینا چاہتی ہے اور ہر اس چیز یا نشانی کو بھی جس سے آخرت یاد آسکتی ہے۔جبکہ وہ اپنے ہاں تسلیم شدہ صحت کے اصولوں کی بھی پاسداری نہیں کرتے اور اگر ان کا یہ نظریہ صحیح ہوتا تو وہ ضرر رساں قسم کے اسباب ختم کرنے کی کوشش کرتے۔جس کے بارے میں کسی صاحب شعور کو شک نہیں۔جیسے کہ شراب کی تجارت یا اس کا پینا ہے۔مختلف ناموں سے جو فسق

وفجور کی شکلیں ہیں۔ان واضح مفاسد کو ختم کرنے کا اہتمام نہ کرنا اور آخرت یاد دلانے والی نشانیوں کو ختم کرنے کوشش کرنا اور انہیں اپنی آنکھوں سے دور رکھنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ ان کی نیت ان کے ظاہری بیانات واعلانات کے برعکس ہے اور جو کچھ وہ اپنے دلوں میں چھپائے بیٹھے ہیں وہ اور زیادہ بڑا معاملہ ہے۔

۲:۔غیر مؤمن کی ہڈیوں کا کوئی احترام نہیں کیونکہ ہڈی کی نسبت مومن کے ساتھ ہے۔

آپ ﷺ کے اس ارشاد میں: ''مومن کی ہڈی'' تو معلوم ہوا کہ کافر کی ہڈی کا یہ احترام نہیں ہے۔اس بات کی طرف حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری میں اشارہ کیا ہے:

''اس سے معلوم ہوا کہ مومن کا احترام مرنے کے بعد بھی اسی طرح ہے جس طرح اس کی زندگی میں تھا''۔

طبیہ کالجوں کے طلبہ کے سوال کا جواب بھی خود بخود واضح ہو گیا جو بار بار یہ سوال کرتے ہیں کہ:

''کیا تحقیقی اور طبی تجربات کی خاطر ہڈی توڑنا جائز ہے؟''۔

جواب:۔مومن کی ہڈی توڑنا جائز نہیں البتہ مومن کے علاوہ دوسروں کی ہڈی توڑنا جائز ہے۔اس بات کی تائید حسب ذیل مسئلہ سے بھی ہوتی ہے۔

{۱۲۷}......کافروں کی قبریں اکھاڑنا جائز ہے اس لئے کہ ان کا کوئی احترام نہیں۔جیسا کہ سابقہ حدیث کے مفہوم سے واضح ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی مندرجہ ذیل حدیث بھی اس کی وضاحت کرتی ہے:

''جب نبی کریم ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو بالائی مدینہ میں آباد بنو عمرو بن عوف کے ہاں آ کر اترے۔آپ ﷺ ان کے ہاں چودہ راتیں رہے۔پھر آپ ﷺ نے بنی نجار کے پاس پیغام بھیجا: وہ تلواریں لٹکائے ہوئے حاضر ہوئے گویا کہ وہ منظر میری آنکھوں کے سامنے ہے۔ رسول اللہ ﷺ اپنی سواری پر ہیں۔حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کے پیچھے ہیں۔بنی نجار

کے سرکردہ لوگ آپ ﷺ کے اردگرد ہیں۔ اسی حالت میں آپ حضرت ابوایوب انصاری کے گھر تک پہنچے جہاں نماز کا وقت ہوتا وہیں نماز ادا کرنا پسند فرماتے۔ اس وقت آپ ﷺ بکریوں کے باڑے میں نماز ادا کرتے تھے۔ آپ نے مسجد کی تعمیر کرنے کا حکم دیا۔ آپ نے بنی نجار کے سرکردہ افراد کی پیغام بھیج کر فرمایا:

''اے بنی نجار! مجھ سے اس باغ کی قیمت طے کرلو''۔

انہوں نے کہا نہیں ہم تو صرف اللہ تعالیٰ سے اس کا اجر چاہتے ہیں۔ اس میں مشرکوں کی قبریں بھی تھیں۔ کھجور کے درخت اور ناہموار جگہ بھی' آپ ﷺ نے مشرکوں کی قبریں اکھاڑنے کا حکم دیا۔ ناہموار جگہ برابر کردی گئی اور کھجور کے درخت کاٹ دیئے گئے پھر انہیں جانب قبلہ قطار میں کھڑا کردیا گیا۔ انہیں مضبوط کرنے کے خاطر پہلو میں پتھر لگادیئے گئے۔ صحابہ کرامؓ پتھر لارہے تھے اور رجزیہ اشعار پڑھ رہے تھے۔ نبی کریم ﷺ بھی ان کے ہمراہ تھے اور آپ بھی کہہ رہے تھے:

''یہ بوجھ اٹھانا (آخرت کے لئے ہے) یہ خیبر (کی کھجوروں) کا بوجھ اٹھانا نہیں ہے۔ اے ہمارے رب! یہ بڑی نیکی ہے اور بہت پاکیزہ عمل ہے۔ آخرت کے خیر کے سوا کوئی خیر نہیں ہے''۔

پس آپ انصار ومہاجرین کو بخش دیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک دوسری روایت میں یوں ہے:

اے اللہ! بلاشبہ اجر بس آخرت ہی کا اجر ہے۔

پس انصار ومہاجرین پر رحمت فرما!

[صحیح بخاری: کتاب المساجد 'باب هل تنبش قبور مشرکی الجاهلية ويتخذ مكانه ا مساجد /صحی مسلم کتاب المساجد 'باب ابتناء مسجد النبی ﷺ]

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ:

''اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ جو قبرستان عطیہ یا بیع کے ذریعے ذاتی ملکیت میں آجائے اس میں ہر طرح کی تبدیلی کی جاسکتی ہے۔ گری ہوئی قبروں کو ختم کرنا' اگر وہ قابل احترام نہ ہوں (مسلمانوں کی نہ ہوں) قبریں اکھاڑنے اور جو کچھ وہاں ہے اسے نکالنے کے بعد مشرکوں کے قبرستان کی جگہ نماز ادا کرنا بھی جائز ہے اور ایسی جگہوں پر مسجدیں تعمیر کرنا بھی''۔

اللہ رب العزت کے خاص فضل وکرم سے آج بروز جمعہ بتاریخ یکم رمضان المبارک: ۱۴۰۴ھ بمطابق یکم جون ۱۹۸۴ء صبح: ۱۰ بجے اس کتاب تلخیص ''احکام الجنائز'' کا ترجمہ مکمل ہوا۔

﴿............والحمد للّٰہ الّذی تتمّ بہ الصّالحات............﴾

شبیر احمد نورانی